

\*

سیدنا

رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اللہ تعالیٰ

DATA ENTERED

صفحہ

حکیم محمد عظیم صدیقی راجھوڑی

قاضی عبد القدیر خاموشی







سیدنا حسن ابن علی

حکیم فیض عالم صدیقی

پنوئیورسل بکس  
40-اے-آردو بازار-لاہور



✓ ۲۹۷۶۹۲۲  
ح ۲۱ ف

21654  
نام کتاب \_\_\_\_\_ سیدنا حسنؓ ابن علیؓ  
مؤلف \_\_\_\_\_ حکیم فیض عالم صدیقی  
ضخامت \_\_\_\_\_  
تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار  
طبع \_\_\_\_\_ اول  
قیمت \_\_\_\_\_  
ناشر \_\_\_\_\_  
پریس \_\_\_\_\_  
کتابت \_\_\_\_\_ سید فاضل شاہ انور قلم کار محنت  
جزوی کتابت \_\_\_\_\_ تالی حسیب احمد بیہم  
مقام اشاعت : جامع اہل حدیث محلہ مستریاں - جہلم

~~21654~~

### ملنگ پتے

- ۱- حافظ عبد القدیر خاموش ناظم اعلیٰ شبان اہل حدیث ہیل ضلع گجرات
- ۲- حاجی رحمت اللہ امیر جمعیت اہل حدیث فوارہ چوک صدر پشاور
- ۳- مولانا عبد الواحد سلفی محلہ چراغ پورہ لالہ موسیٰ
- ۴- مکتبہ عزیز یہ، جامع قدس چوک دال گراں لاہور
- ۵- مکتبہ عثمانیہ ۱۶/۴ مسلم لیگ کوارٹرز کراچی۔

حکیم فیض عالم صدیقی

جامع مسجد اہل حدیث - محلہ مستریاں - جہلم



# فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۷	واقعہ تحکیم	۵	انتساب
۵۹	سیدنا حسنؑ کی خلافت	۷	سیرت نویسی کی مشکلات
۶۰	سیدنا حسنؑ سیدنا معاویہؓ کے حق میں	۱۰	تمہید
۶۱	امور خلافت سے دستبردار ہوتے ہیں	۱۳	حضور صادق و مصدوق کی اپنی اولاد سے محبت
۶۲	سیدنا حسنؑ نے برضا و رغبت سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی	۱۶	سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنینؑ سے محبت کا پس منظر
۶۳	خلع خلافت کے بعد	۱۹	حضرات حسنینؑ کے فضائل میں وضعی روایات کی کثرت کی وجوہات
۶۵	سیدنا حسنؑ کا خلع خلافت اور ان کے لشکر	۲۰	کیا حضرات حسنینؑ صحابی تھے
۶۸	عام الجماعت	۲۲	سیدنا حسنؑ
۶۹	شرائط صلح	۲۵	سیدہ فاطمہؓ کی پیدائش اور نکاح
۷۱	سیدنا معاویہؓ اور حسنینؑ	۳۰	سیدنا حسنؑ کی ولادت
۷۳	سیدنا حسنؑ کی امویوں سے رشتہ داریاں	۳۳	سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے تعلقات
۷۷	وفات	۴۱	سیدنا حسنؑ کی زندگی کے مختلف ادوار
۸۲	تدفین	۴۷	واقعات گذشتہ پر ایک اجمالی نظر
۸۷	فضائل و مناقب	۴۹	سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت اور سیدنا حسنؑ
۹۰	آیت مبایہ پر تحقیقی نظر		
۹۲	چند سوالات		



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال  
 سَأَیْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ عَلٰی الْمُنْبِرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلٰی  
 اِلٰی جَنِبِیْءٍ وَهُوَ یَقِیْلُ عَلٰی النَّاسِ  
 مَرَّةً وَعَلَيْهِ اُخْرٰی وِلِقَوْلِ  
 اِنَّ بَنِي هَذَا سَيِّدٌ ؕ و  
 لَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ یَّصْلِحَ بَیْهٖ بَیْنَ  
 قَسْمَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِّنْ  
 الْمُسْلِمِیْنَ -

(سہواۃ بخاری)

اور ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے  
 کہ کہا دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو منبر پر اور حسن بن علیؓ، آنحضرت کے پہلو  
 میں تھے اور حال یہ تھا کہ نبی علیہ السلام منوجہ  
 ہوتے تھے لوگوں کی طرف ایک بار اور حسنؓ  
 کی طرف دوسری بار اور فرماتے تھے میرا یہ  
 بیٹا تحقیق سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 صلح کرادے بسبب اس کے مسلمانوں کی  
 دو بڑی جماعتوں کے درمیان۔

(بخاری)



## انتساب

میری عمر چار پانچ سال کے درمیان تھی۔ سردیوں کے دن تھے اور صبح نو دس بجے کا وقت تھا۔ اس وقت یہ حافظہ میں موجود نہیں کہ کون کیا کر رہا تھا؟ کہ باہر سے کسی نے بڑے بنگ قسم کے لہجے میں آواز لگائی۔ نذر اللہ نیاز حسین، میں آواز سن کر باہر لپکا میرے عقب سے آواز آئی سائیں اللہ! نذر اور نیاز سب اللہ کے لئے ہے، کہو تم کیا چاہتے ہو، گھوم کر دیکھا تو آبا حضور تھے اور سامنے ایک بڑا خوشخوار قسم کا سیبہ پوش ملنگ کھڑا تھا، بڑی بڑی مچھپیں، سرخ آنکھیں ایک اچھا خاصہ وزنی ڈنڈا ہاتھ میں۔ بڑی پر عیب مگر مصنوعی قسم کی آواز میں بولا، سائیں بادشاہ ایک منگہ حسین سے کوئی نذرانہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا میری نظر میں اس کا تعاقب نہ کر سکیں۔ البتہ آبا حضور کی یہ آواز۔ کانوں میں گونجی۔ اسے مردود میں منگہ حسین ہوں اور تو محب حسین ہے اور سائیں بادشاہ چاروں شانے جنت زمین پر پڑے اور آبا حضور اس کے سینہ پر سوار نظر آئے۔ "سائیں بادشاہ" گھگھیائے، غالباً ملنگ کی آواز سن کر اندر سے اماں حضور لپک کر باہر نکلیں اور آبا حضور سے "سائیں بادشاہ" کو نجات دلائی۔ اس وقت تو یہی نظر آیا کہ آبا حضور نے اپنے سے تین گنا لجم و شجیم ملنگ کو پچھاڑ کر رکھ دیا مگر آگے چل کر آبا حضور کا وہ شرک توڑ واقعہ میرے لئے مشعلِ شاہ بن گیا۔ اسی واقعہ کی یاد میں

سیدنا حسن کے حضور میں اس نذرانہ عقیدت کا انتساب

آبا حضور کے نام کرتا ہوں۔ جو نومبر ۱۹۵۹ء میں ایسی حالت میں شہادتِ ہجرت سے سرفراز ہوئے جب ان کی ناز پروردہ اولاد بارہ سال سے پاکستان میں دھکے کھانے کے باوجود نانِ شبینہ تک کی محتاج تھی۔ کاشکے آبا حضور آج زندہ ہوتے اور اپنی اولاد کو خوشحالی کی زندگی میں دیکھ سکتے۔

فیض عالم

یکم فروری ۱۹۷۹ء



# مولف کی دیگر تالیفات

اختلافِ امت کا المیہ: اس میں مذاہبِ اربعہ، متزوک مذاہب، منکرینِ حدیث، مرزائیت

سوشلزم وغیرہ پر تفصیلی بحث کے علاوہ برصغیر میں اہلحدیث کی دینی خدمات کا جائزہ۔  
حقیقتِ مذہبِ شیعہ: دوسرا ایڈیشن شیعہ مذہب کی مکمل انسائیکلو پیڈیا۔

واقعہ کر بلا: صوبہ سرحد اور پنجاب نے ضبط کر لی ہے۔

بناتِ الرسولؐ: شیعہ زعماء سے اس موضوع پر خط و کتابت اور اس پر محاکمہ

مقام صحابہؓ: شیعہ مذہب کی کتب سے۔ یہ کتاب امریکن یونیورسٹیوں کے کنگرا  
پر آچکی ہے۔

شہادتِ ذوالنورینؑ: اس کتاب پر ماہنامہ ميثاق، شمس الاسلام، چٹان، خدامِ اہل  
الاسلام نے بڑے جاندار تبصرے لکھے ہیں (دوسرا ایڈیشن)۔

عزّتِ رسولؐ: اس کتاب میں عزّتِ اہل بیت اور آل پر علمی بحث اور طالبیوں  
کے خروج کی تفصیلی بحث، ماہنامہ ميثاق، شمس الاسلام اور الاسلام نے اس  
کتاب پر تفصیلی تبصرے لکھے ہیں۔ ضمناً واقعہ حوآب اور شہر بانو کی فرضی  
تخلیق کا پس منظر۔

سیرتِ امیر مروانؓ: امیر مروان بن الحکم کی سیرت، خلافت، علمی خدمات اور  
دینی خدمات کا تذکرہ۔

مشکوٰۃ المصابیح کے فوائد غریبہ { اس کتاب میں ان غلط روایات کی  
بر ایک نظر } نشانہ کی گئی ہے۔ جو حجیت کے

راستے تاریخِ اسلام میں داخل ہو کر اسلامی روح کیلئے باعثِ ہرمت ہوئی ہیں۔  
صوبہ سندھ نے یہ کتاب ضبط کر لی ہے۔

سلطانِ بدیعِ شہیدؑ: برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے لیکر سلطان شہید اور سلطان حیدر علی کے مجاہدانہ کارنامے

سیرتِ صدیقہ کائناتؐ: اپنی نوعیت کی منفرد تحقیقی تالیف جس میں ام المؤمنین کی عمر  
جنگِ جمل، انک، تحریم اور علمی اجتہاد اور وفات پر بحث کی گئی ہے۔



## سیرت نویسی کی مشکلات

ایک تاریخ ساز قوم کی تمام زندگی ایسی مصروفیات کی نذر ہو جاتی ہے کہ اس کے افراد تاریخ نویسی کے لئے اپنی زندگی سے چند لمحات بھی نہیں نکال سکتے۔ پھر جو تاریخ ساز قوم اپنا تن من دھن غرضیکہ سب کچھ تاریخ سازی پر قربان کر دینے کا تہیہ کر چکی ہو اسے اس بات کی غرض بھی نہیں ہوتی کہ تاریخ عالم میں اس کے کارناموں کو کچھ مقام ملے گا بھی یا نہیں۔ ایک تاریخ ساز قوم کے جذبات عشق و وارفستگی اسے نتائج و عواقب سے بے پرواہ کر کے طغیان و سرکشی کی خرمین سوز مرستیوں کی سرکوبی کی راہ پر اس طرح ڈال دیتے ہیں کہ اسے یہ سوچنے کی مہلت نہیں ملتی کہ مستقبل میں پیدا ہونے والی قوموں کے اذہان و قلوب میں ان کے متعلق کس قسم کے اثرات مرتب ہوں گے۔

اگر خوش نصیبی سے ایسی تاریخ ساز قوم کو دیانتدار قسم کے تاریخ نویس مل جائیں تو سبحان اللہ اور اگر تاریخ نویسی بددیانت قسم کے افراد کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تو رہتی دنیا تک ان کی بددیانتی ملک و قوم کے لئے ایک قسم کا ایمان سوز حربہ ثابت ہوتی رہے گی۔

مسلم قوم کی نصیبی کہ جب صحابہ کرام کا پاکباز گروہ اور تابعین کے جلیل القدر افراد تاریخ سازی میں مصروف تھے تو مفتوح اقوام کے نو مسلم عجمی نژاد اپنی نسلی عصبیت بعض باطن اور بعض کے حربوں سے لیس ہو کر تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کے میدان میں سرگرم عمل تھے

قرن اول کے پنتیس مؤرخوں میں سے اکتیس عجمی نژاد تھے ان سب نے "بال عمر کینتہ تدیم است عجم را" کو مانا بنایا اور جس قدر بددیانتیوں سے کام لے سکتے تھے اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مگر وہ بددیانت تاریخ نویس اپنی پوری کوششوں اور جھڑپوں کو انائیوں کو بڑے کارلانے کے باوجود صحابہ کرام کے آفتاب عالمتاب کی طرح درخشاں و تاباں کارناموں کو گھسیٹ کر غبار آلود کرنے میں کامیاب ہو گئے مگر اپنی خواہشوں کے مطابق مٹا نہ سکے۔ یہاں تک کہ امیر المومنین سیدنا عبدالملک بن امیر المومنین مهران کے مشہور گورنر فارخ حجاج بن یوسف جیسے مدبروں اور سیاستدانوں کا نام باوجود ہزاروں سر



پٹکنے کے تاریخ عالم سے محو نہ کر سکے۔ اس قسم کے بددیانت مورخ انہیں بد اعمال اور بد کردار تو کہتے رہے مگر ان کی فتوحات کے کارناموں کو نہ چھپا سکے البتہ ان کے مجاہدانہ کارناموں پر ان کی مفروضہ و مزعومہ بد کرداریوں اور بد اعمالیوں کا غبار اڑانے میں کافی حد تک کامیاب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ سطح ارضی کی اس پاکباز اور مجاہد مخلوق کے سرفروشانہ کارنامے یوں نسبتاً منسیا ہو کر رہ جائیں۔

ان بددیانت قسم کے عجمی نژاد مورخوں کے پہلو بہ پہلو چند یورپین نشین قسم کے افراد نہایت نامساعد حالات میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو برائے کارلانے ہوئے انوارِ نبوت کی کرنوں کی ضیاء میں ہنگامی دنیا سے بالکل الگ تھلگ بڑی دیدہ ریزی سے اتیار در اتیار خرافات ریزوں کو رول رول کر صداقت و امانت اور تحقیق و دیانت کے موتی الگ کرنے میں مہرست ہے۔ انہی یورپین نشین قسم کے افراد کی ہمتوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ عظام کے وہ کارنامے ہم تک پہنچانے کی سعادت حاصل کی جو ایک سچے مسلمان کے لئے سرمایہ سمدی ہیں۔ ان کے ہی کارنامے آج ہمارے سامنے ”ذخیرہ احادیث“ کے نام سے موجود ہیں۔ کذب و افتراء کے اس طوفان بدتمیزی میں حقائق کی چھان بین میں ان مردانِ حق نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ مگر کہیں کہیں غیر شعوری اور غیر محسوس انداز میں وہ مردانِ کار بھی تسامح و ذہول سے کما حقہ اپنا دامن نہ بچا سکے۔ اور بعض اس قسم کی روایات بخاری جیسی اصح الکتاب میں بھی گھس آئیں جنہیں فہم و ذکا اور تدبیر و تعقل کی بصارت و بصیرت کے حاملین کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو تسلیم کرنے کی حیثیت میں نہیں پاتے۔

پھر آگے چل کر ایک اور مشکل پیدا ہو گئی کہ بعد میں آنے والے بزمِ خویش ابرار اور معروف معتوں میں علماء نے بصیرت کے فقدان، عقل کی نارسائی، خرد کی تنگ دامانی کی وجہ سے اختیار کے فراہم کردہ اسی رطب و یابس کو ہی دینی سرمایہ سمجھ کر تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کو ہی تاریخ نویسی یا بصیرت نویسی کے فرائض سے عہدہ برآئی سمجھ کر ان



بورینشین محمد زین عظام کے علمی کارناموں سے چنداں اعتنا نہ کیا۔ اگر اس طرف توجہ کی بھی گئی۔ تو انہیں معصوم عن الخطا سمجھتے ہوئے ہر قسم کی روایات پر بھروسہ کرتے ہوئے درایت کو پس پشت ڈال کر مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔

ان حالات میں اگر کسی نے تطہیر تاریخ کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی تو ایسے عقل کے پیدل بزرگ جہر اس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرنے پر آمادہ ہو گئے وہ لاکھ سرچکے پیچھے، چلائے، رسالت کی معصومیت کا واسطے دیدے اہمات المؤمنین کی طہارت کی دوہائی دمی، صحابہ کرام کی عدالت و عظمت کے گن گائے اور علیؑ رُوس الاشہاد پکار پکار کر کہے کہ مہیاں جو کچھ ہیں کہہ رہا ہوں یہ بھی انہی کتب کے ذخیروں سے چھپان پھٹک کر تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں جن کے تم خوشنہ چین ہو مگر شنوائی نثارو۔

اور ستم ظریفی یہ کہ ان پر سبائیت کی ایک طرفہ کاروائیوں ONEWAY TRAFFIC کا اس قدر اثر ہے کہ انہیں بخاری کی ان روایات میں بھی خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جن کی امام بخاریؒ جیسے نابالغہ عصر کی طرف نسبت کا تصور بہک بھی جسم پر کیکھی طاری کڑ تیا۔

دیانت کا اتنا ضا توریہ تھا کہ ایسا کہنے والے کی باتوں کو سنجیدگی سے سنا جانا۔ ان پر غور کیا جاتا اور پھر فیصلہ کیا جاتا کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط۔ اس کے پاس اس کے کہنے کوئی ثبوت موجود ہے یا نہیں۔ اگر اس کی باتیں قرآن، صحیح احادیث اور عقل و درایت کی کسوٹی پر پوری اترنے والی ہوتیں تو انہیں قبول کیا جاتا۔ ورنہ ٹھکرا دیا جاتا۔ مگر یہاں صورت ہی دوسری ہے۔ صدیوں سے ذہنوں میں کھٹسے ہوئے عجمی اور سبائی مورخوں کا مفروضہ کذبہ اور مزعومہ تخلیقی نظریات کو ہی حروف آخر سمجھ لیا گیا ہے۔

حقائق سے انحراف یا انکار صرف سبائی عجمی نژاد نو مسلم تاریخ بگاڑنے والے باطنوں کی تائید ہے۔ جو بد و اسلام سے لیکر آج تک صریحاً اسلام کے دشمن چلے آ رہے ہیں۔





# تہذیب

سیدنا حسنؑ کی ذاتِ اقدس عالمِ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم رحمت تھی۔ اگر سیدنا حسنؑ کو مثیلِ صدیق اکبرؐ کہا جائے تو بجائے حضورِ صادق و مہدوق کی وفات کے بعد حسنؑ طرحِ سیدنا صدیق اکبرؐ نے کفارِ مشرکین، منافقین اور بدعیانِ نبوت کی بیعتوں کے سامنے بند باندھ کر عالمِ اسلام کو سنبھالا دیا تھا اسی طرح سیدنا حسنؑ نے اس وقت عالمِ اسلام کو سنبھالا دیا۔ جب معرکہ ہائے جمل و صفین نے اسلام کے شیرازہ کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔

سیدنا علیؑ کی نگرہ کے جاتا باز معرکہ جمل و صفین کے دوران ہی قبضہ و کسریٰ کے سروں پر کوندنے والی تلواریں میانوں میں کرچکے تھے۔

سیدنا حسنؑ دیکھ چکے تھے کہ معرکہ ہائے جمل و صفین میں صحابہ کرامؓ کی اکثریت سیدہ کائناتؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ کے کمپ میں ہے یا خانہ نشین ہو چکی ہے اور جو ایک آدھ سیدنا علیؑ کے کمپ میں تھا بھی وہ بھی معرکہ نہروان کے بعد اپنے آپ کو یہ سمجھنے پر مجبور پارہا تھا کہ کل جو تلواریں علیؑ کا ساتھ سے رہی تھیں آج ان کا سرخ علیؑ کی طرف کیوں ہو رہا ہے۔ واقعہ حکیم کے بعد ایسا سوچنے والے افراد یہ سوچنے پر اپنے آپ کو حق بجانب سمجھ رہے تھے کہ علیؑ اگر خلیفہِ حق تھے تو انہوں نے حکیم کو تسلیم کیوں کیا؟ سیدنا ذوالنورینؑ کی طرح اپنے موقف پر قائم کیوں ہے اور جب حکیم نے انہیں خلافت سے معزول کر دیا ہے تو ان لوگوں کے خلافتِ تلوار اٹھانے کا کیا مطلب جو لا حکم الا للہ کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ خوارج کے وہ معتقدات جن کی وجہ سے آگے چل کر ملت نے انہیں خارج از اسلام قرار دیا بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ اس وقت اہل سنت یا شیعہ



یا خارجی کا تصور تک موجود نہ تھا۔ بہ بہت بعد میں پیدا ہونے والی اصطلاحیں ہیں۔ اور شہیدیت یا خارجیت میں معتقدات کی رنگ آمیزی بہت ہی بعد میں ہوئی۔ سیدنا حسنؑ کے سامنے یہ تمام مناظر موجود تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اس وقت عالم اسلام کے علیل القدر افراد کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہو چکی ہیں۔ ان کے سامنے اپنے حقیقی حجاب سیدنا عقیل بن ابی طالب کا کردار موجود تھا کہ وہ حقیقی بھائی سیدنا علیؑ کی پالیسیوں سے دل بڑا شاکتہ ہو کر سیدنا معاویہؓ کے کپ میں جا چکے تھے۔

سیدنا حسنؑ تو شروع سے ہی اپنے گرامی قدر والد کی پالیسیوں کے ہنوائے تھے۔ جب سیرنا علیؑ کو فاطمین عثمانؓ نے اپنے بچاؤ کے لئے مار پیر کے بجائے کوفہ کو دار الخلافہ بنانے کی سازش کے تحت برہنہ چھوڑنے پر آمادہ کیا۔ تو سیدنا حسنؑ نے اپنے جلیل القدر باپ کو اس اقدام سے روکنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ میں رُک گئے۔ اور مجبور ہو کر بعد میں ربدہ کے مقام پر اپنے باپ سے جا کر ملے۔ سیدنا حسنؑ کو خراب معلوم تھا کہ میرے باپ کے کرنا دھڑنا وہ لوگ ہیں جن کی تلواروں سے ابھی تک سیدنا ذوالنورینؓ کے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

یہی وجوہات تھیں کہ اول سے آخر تک سیدنا حسنؑ اپنے آپ کو سیدنا علیؑ کی پالیسیوں سے ہم آہنگ نہ کر سکے۔ مگر کہ جمل میں سیدنا محمد بن طلحہؓ کی لاش کا سرگرد میں لے کر بیٹھے دیکھ کر حضرت علیؑ کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں۔

اس انارکی اور افرانفری کی سببیت میں لاحقہ الاداللہ کا نعرہ لگانے والوں نے نہروان کے مقام پر شکست کے بعد ایک خطرناک فیصلہ کیا۔ اور اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تین افراد کو منتخب کیا گیا کہ وہ بیک وقت علیؑ، معاویہؓ اور عمر بن لعائن کو قتل کر دیں۔ حملہ ہوا جس میں علیؑ شہید ہو گئے مگر معاویہؓ و عمر بن لعائن نکلے۔

زیر نظر کتاب میں اسی بطل جلیل اور رجب عظیم کی زندگی کے صحیح حالات پیش



کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس نے امتِ مرحومہ کے جاں بلب جسم کو حیاتِ نو بخشنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ ہم اس کے عظیم کارنامہ سے بے خیر نہ سہی مگر احسانِ فراموش ضرور ہیں۔ آج ہم میں ایسے لوگوں کی نواکثریت موجود ہے جو اس عظیم ہستی کے متعلق بھی نراذو مسلم مورخوں کی خیال آفرینیوں پر مشتمل خرافاتی داستانوں اور افسانوں سے واقف ہیں مگر اس کی زندگی کے حقیقی خدو خال سے واقف نہیں۔

اور جبکہ حقیقت آپ کے سامنے آرہی ہے تو یہ حقیقت چونکہ آپ کے ذہن میں کھٹے ہوئے خرافاتی نظریات سے ذرا مختلف ہے اور آپ میں سچ کہنے، سچ سننے اور سچ دیکھنے کی صلاحیتیں تقریباً تقریباً بائیت ہو چکی ہیں اس لئے یہی نظریں ضرور یہ حقائق کھٹکیں گے۔

بل لفتد بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا هو  
 زاہق و لکہ الویل مما تصقون (الانبیاء: ۱۸)



## حضور صادق و مصدق کی اپنی اولاد سے محبت

حضور صادق و مصدقؑ کی تمام اولاد کو زچہ پن میں ہی فردوس بریں کو سدہا رکھی۔ بیٹیوں میں سے سیدہ زینبہ الزہراءؑ عین غرہ بدر کے موقع پر اس دنیا سے تشریف لے گئیں اسکے بعد سیدہ زینبہ اور سیدہ ام کلثومؑ بھی یکے بعد دیگرے چل بسیں۔ گویا تمام اولاد میں سے صرف سیدہ فاطمہؑ آنکھوں کے سامنے آخری وقت تک موجود رہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ آٹھ اولادوں کا یوں یکے بعد دیگرے آنکھوں سے اوجھل ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ کی تمام پدرانہ شفقتوں کا محور صرف سیدہ فاطمہؑ کی ذات ہو کر رہ گئی تھی۔ اسی طرح سے نواسے اور نواسیوں میں سے بھی سیدنا حسنؑ اور حسینؑ سے بے پناہ محبت تھی اور اس محبت کی چند اور وجوہات بھی تھیں۔

سیدہ زینبہ صلوات اللہ علیہا جنہیں آنحضرتؐ نے ہی افضل بناتی کے لقب سے افتخار بخشا تھا۔ ان کے لخت جگر سیدنا علیؑ بن ابی العاصؑ کو فتح مکہ کے روز اپنا ردیف بنانے اور کعبہ کی دیواروں سے تصویریں مٹانے کی عزت بخشی۔

یہ وہی علیؑ بن ابی العاصؑ تھے جنہوں نے غرہ بدر میں سالار شکر سیدنا

ابو عبیدہ کو

بوعبیدہ رخصت پیکار سے مجھے

لبربتہ ہو چکا میرے صبر و سکون کا نام

کہتے ہوئے کفار پر حملہ کیا اور عین عنفوان شباب میں فردوس بریں کو سدہا رکھے۔

سیدہ زینبہ بنت رسول اللہؐ کی دوسری اولاد سیدہ امہؑ تھیں جن کے متعلق ایک

روایت ہے کہ آنحضرتؐ نماز کے وقت انہیں اپنے کندھے پر بٹھا لیا کرتے تھے۔



صحیح بخاری کتاب الادب باب الرحمة بروایت ابی قتادہ) نیز دیکھیے صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا حمل جار یةً اور صحیح مسلم باب جواز حمل البیان فی الصلوٰۃ) اور سجدہ کرتے وقت انا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ انہی سیدہ امامہ کے متعلق ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ باہر سے تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں خرف کا ایک ہار تھا اور آپ نے فرمایا کہ میں یہ ہار اپنی سب سے زیادہ محبوب اولاد کو پہناؤں گا۔ سیدہ امامہ کی آنکھیں اس وقت کیچ آلود ہو رہی تھیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے وہ کیچ صاف کی اور ہار انہیں پہنا دیا۔

سیدہ فاطمہؑ نے انتقال کے وقت سیدنا علیؑ کو انہی امامہ کے متعلق وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد ان سے نکاح کر لینا۔

سیدہ رقیۃ الزہراءؑ کے لطن سے سیدنا عبداللہؑ پیدا ہوئے جو طویل عمر پا کر فوت ہوئے اور ان کی اولاد آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ مگر سبا بیت نے یہ شوخ چھوڑ کر انہیں بچپن میں ہی دنیا سے چلتا کیا کہ بچپن میں ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں کھونگ ماری اور وہ اسی صدمہ سے جان بحق ہو گئے۔

حالانکہ سیدنا عبداللہؑ جوان ہوئے۔ شادی کی اور صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئے ان کی اولاد کے تفصیلی حالات سید عبدالقادر شاہ المعروف سید عبدالستار شاہ مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق تالیف آل رقیۃ الزہراء میں بڑی تفصیل سے قلمبند کئے ہیں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

کہ عثمان عفاں سپر اثنہ      بدینا خطاب شہی یافتہ  
ابوالنور شہنشاہ نامو      کہ راضی بروایز دادا گر

۱۔ نام عبداللہ بن رقیۃ الزہراء کنیت ابوالنور اور آپ کا لقب ثروت الدین تھا (صفحہ ۵۲)



برآمد از وزین العابدین      سہ گوہر برآمد ازو بالیقین  
یکے شاہ عباس اطراف گرد      دوم شاہ محمد بدخشاں نورد

آج بھی مظفر آباد اور بالائی ہزارہ کے ضلعوں میں سیدنا عبداللہ کی اولاد کے پاس اپنے خاندانی شجرے موجود ہیں :

سیدنا ذوالنورین رضی

عبداللہ اصغر

امام زین العابدین

امام محمود      بدخشاں کے حاکم ہوئے۔

سلطان ادحام

امام کاشف      خراسان سے ہجرت کر کے مظفر آباد

میں مقیم ہوئے۔

امام قاسم      موجودہ مظفر آباد سے بالقابل

پھیم رنگ میں حکمران ہوئے۔

تفصیلی حالات کے لئے آل رقیۃ الزہراء دیکھیے۔ مگر بد باطن مورخین کی

وسیسہ کاریوں نے رقیۃ سادات کا نام ہی تاریخوں سے مٹا دیا۔ اور

عبداللہ اصغر کے بیٹے زین العابدین کی بجائے حضرت حسین کے بیٹے

علیؑ کو زین العابدین بنا دیا ❖





## سیدہ فاطمہؓ اور حضرات سیدینؑ سے آنحضرتؐ کی محبت کا پس منظر!

گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی اولاد ذکرِ پین میں ہی فوت ہو گئی۔ سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ باقی تین بیٹیاں بھی یکے بعد دیگرے چل بسیں۔ اب آنکھوں کے سامنے صرف سیدہ فاطمہؓ رہ گئیں۔ آٹھ اولادوں میں سے صرف ایک کا باقی رہنا گویا تمام کی محبتوں کا سمٹ کر ایک کی ذات میں مرکوز ہو جانا تھا۔

دوسرے دو داماد یعنی سیدنا ابی العاصؓ بن ربیع رئیس ابن رئیس تھے ان کی مالی حالت قابلِ رشک تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اپنی اچھی خاصی جائیداد پیدا کر لی تھی۔ سیدہ زینبؓ سے انہیں بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ کی وفات پر انہوں نے ایک بڑا پر درد مرثیہ لکھا تھا۔ جس کے شعر ہیں:

ذکرت زینب لہا رکت ارما

نقلت سقیاً شخصاً لیکن الحرما

(مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا حرم کا بہرہ باشندہ شاداب ہے۔

بنت الامین جزاها اللہ صالحہ

وکل یعل سیئتی بالذی علما

زینبؓ تو امین کی بیٹی صالحہ ہے۔ اور ایک شوہر اپنی بیوی کی تعریف

کرے گا۔ جیسے اوصاف کہ مجھے اس کے معلوم ہیں )

سیدہ زینبؓ کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ اور سیدہ امالمہؓ ہی ان کی محبت کا



مرکز و محور بن کر رہ گئے تھے اس وجہ سے آنحضرتؐ کے ان نو اسوں کو بہت کم اپنے نانا کے حضور میں حاضر ہونے کا وقت ملتا تھا۔ سیدنا ذوالنورینؑ کے بیٹے سیدنا عبداللہؑ بھی رئیس ابن رئیس تھے۔ اور پھر سیدنا ذوالنورینؑ کی شفقت نے انہیں اپنے نانا کے حضور میں حاضر ہونے کا بہت کم وقت دیا۔

۳۔ ان کے مقابلہ میں سیدنا علیؑ کی مالی حالت نہایت سقیم تھی اور مفلسی کے باوجود ان کے گھر بلو حالات چنداں خوشگوار نہ تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر بخاری اور ابوداؤد تیر شیعہ کتب کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔ تو ان حالات میں سیدہ فاطمہؑ اور حضرات جنین کا اکثر وقت کا نشانہ نبوت میں گزرتا تھا۔ ان حالات کی موجودگی میں ان کا تذکرہ بار بار روایات میں آنا ایک رتی اور لازمی امر ہے جس سے نتیجہ اخذ کر لیا گیا کہ آنحضرتؐ کو صرف ان سے ہی محبت تھی بلکہ بات کو بڑھا کر اس قسم کی کذب و افتراء پر مشتمل داستانیں نراشتی گئیں کہ سوائے سیدہ فاطمہؑ کے نبی علیہ السلام کی کوئی اور بیٹی سرے سے موجود ہی نہ تھی۔

۴۔ معرکہ ہائے جمل و صفین کے بعد جب سادات بنو امیہ نے تخت خلافت کو زینت بخشی تو وہ ہمہ تن فتوحات میں منہمک ہو گئے۔ امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جنود اسلام یہ مغرباً موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں اراکش تک شمال مشرق میں قباہ بن مسلم کی سالاری میں چین کی سرحدات تک اور مشرق میں محمد بن قاسم کی کمان میں ملتان تک پہنچیں۔ اس دور میں عجمی نزاہتوں کے نام نو مسلم تاریخ نویسی میں منہمک تھے۔ یہ لوگ قاتلین عثمانؑ کے ان لقیۃ السیف افراد کی اولاد کے پروردہ تھے۔ جن کی وجہ سے ہی جمل و صفین میں کم و بیش ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ان غرض ان لوگوں نے حب علیؑ کے منافقانہ

نعروں کی گونج میں مزعومہ اہل بیت کی مدح و ثنا میں باقی تمام صحابہ کرام کو جی بھر کر رکیدا۔ اس دور میں ہی سیدنا علیؑ اور حضرات جنین کی مدح و ثنا میں لاکھوں روایات وضع کی گئیں۔ مگر یہاں بھی ان لوگوں کی چابکدستی ملاحظہ ہو کہ سیدنا علیؑ



کی اولاد میں سے صرف سیدنا حسین کے فضائل میں ہی داستانیں تیار کی گئیں اور کسی حد تک سیدنا حسن کی نشان میں مگر سیدنا علیؑ کی باقی اولاد کا نام بھی ان کی کتابوں میں نہیں ملتا تھا۔

اس دور میں ہی آنحضرتؐ کی باقی صاحبزادیوں کے متعلق ان لوگوں نے اس حد تک مخالفانہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ سیدنا علیؑ (زین العابدین) بن سیدنا حسینؑ بھی ان کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ روایت ہے کہ عروہؓ مسجد نبوی میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ اس میں سیدہ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا بنت نبی علیہ السلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی آپ درس میں بیان فرمایا کرتے تھے ہی افضل بناتی یعنی زینب میری بیٹی نہایت فضیلتوں والی ہے۔ آگے طحاوی کی زبان سے سنئے: فیلغہ ذلک علی بن الحسین بن علی فانطلق الی عروہ فقال ما حدیث بلغنی عنک انک تحدتہ تنقص فیہ حق فاطمہ فقال عروہ اما بعد تلک لاحدثہ بہ الخ پس یہ تخریب علی (زین العابدین) کو پہنچی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار لے کر مسجد نبوی میں عروہ پر حملہ آور ہوئے تو عروہ نے کہا میں آئندہ اس حدیث کا درس نہ دوں گا (مشکل الآثار جلد ۲ صفحہ ۴۵ بحوالہ آل رقیۃ الزہرا صفحہ ۴۰)۔

جہاں قرن اول میں ہی صرف اقتدار فاطمہ کے لئے ایک حدیث گم کی جا رہی ہے۔ اور خاص مسجد نبوی میں حضور صادق و مصدوق کی دوسری صاحبزادیوں کی تعریف کرنے والے پر حملہ کیا جاتا ہے تو دوسرے مقامات کا خود اندازہ کر لیجئے یعنی سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہؑ اور ان کی اولاد کی نشان میں لوگوں سے جبراً فضائل بیان کرائے جاتے ہیں اور آنحضرتؐ کی دوسری اولاد کے فضائل بیان کرنے والوں پر حملے کئے جاتے ہیں۔

اور آج کے وہ نیم ملا جنہیں اپنی معروف معجزوں میں علمیت کا بڑا زعم ہے



مخرب منبر سے گلے پھاڑ پھاڑ کر سیاہیت سے بھی کئی گز آگے ہاتھ مارتے نظر آتے ہیں۔  
 لتنی ستم ظریفی ہے کہ یہ لوگ کس قدر ڈھٹائی سے اپنے خطبات میں حضرات حسنینؑ کو  
 گلے پھاڑ پھاڑ کر سید الشیاب اهل الجنة کے خطابات سے نوازتے ہیں۔  
 انہیں اس قدر بھی معلوم نہیں کہ جنت میں پیغمبر بھی ہوں گے اور سابقون الاولون بھی  
 عشوہ منشرہ بھی ہوں گے اور اصحاب بدر اور اصحاب شجرہ بھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نبی  
 علیہ السلام اور آپ کی ازواج مطہرات بھی۔ مگر ان سب کی سرداری کا متمتعہ یہ عقل کے  
 پیدل، خرد و دانش سے بے گانے و ذوالبعین کے سر یا ندھ۔۔۔ شہے ہیں۔  
 ع۔ بریں عقل و دانش بیا بد گرسیت

## حضرات حسنین کے فضائل میں وایات کی کثرت کی جوہر

ایرانی اور رومی علاقوں کی فتح کے دوران غلام مدینہ میں پہنچنے شروع ہوئے سیدنا  
 فاروق اعظمؓ ہرگز مدینہ البقیہ میں غلاموں کا قیام پند نہ کرتے تھے۔ مگر فتوحات کی کثرت  
 کاموں کی زیادتی اور بے پناہ مصروفیتوں نے انہیں اس کام کی طرف توجہ کا موقع نہ دیا۔  
 کہ انہیں کہاں اور کیسے مدینہ سے نکالا جائے۔ ان کی تعداد بڑھتی رہی صحابہ کرام میں  
 سے صرف سیدنا علیؓ مستقل قیام مدینہ میں تھا ایسے فاروق اعظمؓ نے ان غلاموں کے کپ لکھا  
 نظام آپ کے حوالے کر دیا۔ نتیجہ غلام لوگ سیدنا علیؓ کے حسن اخلاق سے ان کے  
 گرویدہ ہوتے چلے گئے۔ انہی میں سے ایک نے فاروق اعظمؓ کو شہید کر دیا۔ ان  
 میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ سیدنا علیؓ کے ہمراہ اور ثنا خوان ہوتے چلے  
 گئے۔ اور فوت یہاں تک پہنچ گئی کہ مدینہ میں سوائے سیدنا علیؓ اور ان کی اولاد کے  
 ان غلاموں کی نظروں میں کوئی شخصیت قابل تعریف نہ رہی اور سیدنا فاطمہؓ کی اولاد ہونے  
 کے ناطہ سے سیدنا علیؓ کی باقی اولاد کے مقابلہ میں حضرت حسنینؑ دینی اور سیاسی طور پر  
 قدر آور ہوتے چلے گئے۔



چنانچہ موضوعات کبیر کے الفاظ ہیں:-

وضعت الرافضتہ فی فضائل علی و اهل البیت نحو ثلاث

مائة الف حدیث (صفحہ ۱۰۶)

یعنی روایتوں نے حضرت علیؑ اور اہل بیت کے فضائل سے متعلق نین

لاکھ کے لگ بھگ روایتیں بتائیں۔

موضوعات کی بنیاد اس نئی مادہ پر رکھی گئی اور اس کے مقابلہ میں حضرت معادینہؑ، حضرت عمرو بن

العاص اور دیگر تباہیہ خصوصاً امیر تیز اور حضرت ولید اور حضرت مروان بن حکم

کی بڑائی اطمح خلیفہ منصور اور سفاح کی تعریف کی روایات بھی جھوٹی اور وضعی ہیں۔

(موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۶) اور نوبت بایں جا رسید کہ آج بزعم خویش بڑے بڑے

قد آور قسم کے شیخ الحدیث انامدینة العلم و علی بابہا اور النظرانی

وجہ علی عبادۃ اور سید الشبَاب اهل الجنة کی قسم کی وضعی روایات

کو اپنے خطبات و مواعظ میں بڑے دھڑلے سے بیان کرتے ہوئے ذرہ بھر

حیا یا شرم محسوس نہیں کرتے۔

## کیا حضرات سنین صحابی تھے؟

آج ہر مسلمان اندھا دھند اس بات کی رٹ لگائے جا رہا ہے کہ حضرات سنین

صحابی تھے۔ یہاں عوام کا ذکر نہیں۔ اس غلط ادعا کی غلطی کا ترکیب طبقہ علماء کا وہ گروہ

ہے جو بزعم خویش معروف معنوں میں عالم ہونے کا مدعی ہے اور اس کا تمام علمی حدود

اربعہ چند عربی کی کتب کے ترجمہ تک محدود ہے۔ تحقیق سے اسے کوئی غرض نہیں اس

کی اہم ترویج ہے کہ تقلیدی ذہن نے (تقلید فقہ حنفی کی ہو یا تجاری و مسلم کی) اس

کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود کر رکھی ہیں۔ چونکہ اس مقام پر

سیدنا حسنؑ کی بیعت تقلید کرنے سے پہلے اس قسم کے امور کی وضاحت نہایت

ضروری ہے اس لئے ارباب علم و خرد کے سامنے ان حقائق کا پیش کرنا نہایت ضروری



ہے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مصداخت کے لئے کم از کم سن شعور و تمیز لازمی ہے۔ اسی لئے مولف طبقات یعنی ابن سعد نے ان تمام افراد کو تابعین میں شمار کیا ہے جن کی عمریں نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت، نو دس سال کی تھیں۔

- ۱ - حضرت عبداللہ بن عامر کی عمر پانچ سال تھی (طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۷)
- ۲ - عید الرحمن بن زید بن الخطاب کی عمر اس وقت چھ سال تھی (طبقات جلد ۵ صفحہ ۷۱)
- ۳ - سعید بن ابی العاص نو سال کے تھے (طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۶)
- ۴ - عبدالرحمن بن الحارث دس سال کے تھے (طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۳)
- ۵ - مسعود بن مخرمہ کی عمر نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت چھ اور آٹھ سال کے درمیان تھی (حاشیہ جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

اس قسم کے بیسیوں شواہد پیش کیے جاسکتے ہیں کہ جن اصحاب کی عمریں نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت ۹-۱۰ سال تک تھیں ان سب کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ واطلاق جماعت ان میں برای ... بکون تابعاً اور ایک جماعت نے صحابیت کو اس درجہ عام اور وسیع کر دیا ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس نے بھی رسول اللہ کو دیکھا وہ صحابی ہوا تو یہ عموم و اطلاق دراصل محمول ہوگا اس بات پر کہ وہ دیکھنے والا سن تمیز کو پہنچ چکا ہو۔ اس وجہ سے کہ اگر وہ سن تمیز کو ہی نہ پہنچا ہو تو روایت کی نسبت اس کی طرف درست نہ ہوگی لہ

۱۔ اگر ابن حجر کا یہ بیان درست تسلیم کیا گیا ہے تو پھر اس ضمنی روایت پر اس قدر کھینچا جانی اور ذہنی ورزشوں کی کیا ضرورت تھی جو حدیث قرطاس کے نام سے مندرج ہے۔ حالانکہ اگر ذرا بھی تعمق نظری سے کام لیا جاتا تو اسات نظر آتا کہ حدیث قرطاس وغیرہ کی داستان سراسر وضعی ہے۔ نینور کو آنگے بڑھائیے اور دیکھیے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت صحابہ کرام کے دلی جذبات کیا ہوں گے۔ محرم لوگ حجرہ کے اندر موجود ہوں گے۔ یہ بیکاروں جاں نثار پروانہ دار مسجد نبوی اور باہر گلیوں میں گوشش برآواز ہوں گے۔ ایسے وقت میں نبی علیہ السلام کا منہ قلم دوات طلب فرماتے ہیں۔



ہاں یہ ضرور تصدیق کی جاسکتی ہے کہ اس نے رسول اللہ کو دیکھا تھا پس اس دیکھنے کی سند سے اسے صحابی کہا جائے گا۔ مگر روایت کے معاملہ میں اس کا درجہ و مقام تابعی کا ہو (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۱ صفحہ ۵) سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ وہ لوگ زمرہ صحابہ پر شمار نہیں کئے جاسکتے جنہوں نے کم از کم ایک سال یا کچھ زائد نبی علیہ السلام کی صحبت کو ثروت حاصل نہ کیا ہو۔ یا آنحضرت کے ساتھ ایک یا زائد غزے نہ کئے ہوں (فتح الباری جلد ۱) یعنی بلوغ تو کجا دو چار بلکہ آٹھ دس ماہ کی صحبت و مجالست بھی اصطلاحی صحابیت کے لئے سند نہیں۔

سیدنا انس کے ذکر کے ضمن میں ابن حجر کہتے ہیں ذمناً لصلیة الخ... اور جنہوں نے صحبت عرفیہ کو مشروط کیا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو صحابیت کے دائرے سے خارج کر دیا ہے۔ جن کو نبی علیہ السلام کی صرت زیارت نصیب ہوئی۔ یا جو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر جلد ہی جدا ہو گئے جیسا کہ سیدنا انس کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا اس وقت آپ کے علاوہ کوئی اور صحابی بھی زندہ موجود ہے تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ حالانکہ اس وقت ایسے دیہاتی کثیر تعداد میں زندہ موجود تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی تھی (فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۲ مصری)

مگر سیدنا حسن بنی علیہ السلام کی وفات کے وقت اتنے خورد سال تھے کہ انہیں نبی علیہ السلام کا حلیہ بھی یاد نہ تھا۔ سیدنا حسن خود فرماتے

مگر سوائے ایک ۹۔ ۱۰ سالہ کم عمر بچے یعنی عبداللہ بن عباس کے بغیر کوئی نہیں سنا اس روایت کا خالق کوئی بڑا ذہین قسم کا انسان تھا۔ جس نے ایک ۹۔ ۱۰ سالہ بچے کی طرف ایک واقعہ منسوب کر کے اُمت میں وہ بچہ پندرہ چھوٹی جو آج تک موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ مگر کسی اللہ کے بندے کو یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کہ اس طفل صغیر کے علاوہ کسی اور نے بھی نبی علیہ السلام کے کلمات سنے تھے۔



ہیں کہ میں اپنے ماموں سیدنا مہدیؑ بن ہالہ سے نبی علیہ السلام کا حلیہ دریافت کیا کرتا تھا۔  
میں چاہتا تھا کہ وہ اس میں وہ باتیں بیان کریں جو مجھ سے تعلق رکھتی ہیں۔

طبرانی فی الکبیر الانساب والاشرف جلد ۱ صفحہ ۲۸۶

ان حقائق و شواہد کی روشنی میں حضرات حسینؑ کو زمرہ صحابہ میں شمار کرنا  
صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے۔ یا اندھا دھند تقلید کی خرابی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے  
کہ حضرات حسینؑ کو زمرہ تابعین میں ہی شمار کیا جاسکتا ہے۔



# سیدنا حسن رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

نام \_\_\_\_\_ حسن  
 کنیت \_\_\_\_\_ ابو محمد  
 لقب \_\_\_\_\_ ریحانۃ البنی  
 سال ولادت \_\_\_\_\_ آخر ہجری یا شروع ۸ ہجری

حضرات حسنینؑ کے سینین ولادت کے متعلق آج تک تحقیقی انداز میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ اس سلسلہ میں جو ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے وہ تمام کا تمام غلط ہے چنانچہ تاریخ اسلام حصہ اول مولفہ شاہ معین الدین ندوی صفحہ ۳۷۹ میں مرقوم ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر ۸ سال تھی۔ جب ندوہ والوں کا یہ حال ہے تو بدنگراں راجہ رسد چنانچہ اسی قسم کی غلطیوں کے مطالق حضرت رسولؐ کی تالیف کے وقت میں بھی اس غلط بیانی سے رامن کونہ بچا سکا۔

چونکہ عرب میں اشخاص کے سینین ولادت کو محفوظ رکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ اور دینانے سبائیت کو مطلوب تھا کہ حضرات حسنینؑ کو ذمہ صحابہؓ میں شامل کیا جائے۔ اس لئے پہلے پہل کسی ایک نے سیدنا حسنؑ کا سن ولادت ۲ یا ۳ ہجری لکھ دیا۔ اور اس کے بعد آنے والوں نے بغیر کسی تحقیق کے لکھی پر لکھی مارنے کو ہی وجہ فضیلت سمجھا۔

عجمی نژاد مورخین کی دسیسہ کاریاں ملاحظہ ہوں کہ صدیقہ کائناتؑ کی عمر وقتِ خستہ ۱۷-۱۸ سال کو گھٹا کر ۸-۹ سال بنا دیا۔ اور سیدنا حسنؑ کی عمر جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت ۳-۴ سال تھی ۸-۹ سال بنا دی۔ اور ہمارے بزرگم خویش معروف معنوں میں علماء کرام آج تک انہی کی سی الاپتے چلے آ رہے ہیں۔

لہٰذا ام المومنین صدیقہ کائناتؑ کی عمر خستہ کے وقت کسی صورت میں ۱۸-۱۹ سال سے کم نہ تھی۔

(باقی اگلے صفحہ)



حضرات حسینؑ کے سینوں کی لادت کے تعیین کے لئے ہمیں سب سے پہلے سیدہ فاطمہؑ کی عمر اور تاریخ نکاح کی طرف توجہ کرنا ہوگی۔ تاکہ ان حقائق کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

## سیدہ فاطمہؑ کی پیدائش اور ان کا نکاح کب ہوا

سیدہ فاطمہؑ اور سیدۃ النساء العالمین صدیقہ کائنات حضرت عائشہؑ کی

رقیبہ حاشیہ منہم اپنی تالیف صدیقہ کائنات میں اس پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ صدیقہ کائنات کی تالیف سے پہلے ہم چند مذہبی رسائل میں بھی اس بات کا ذکر کر چکے تھے۔ اور کتاب کی تالیف کے بعد ہم نے اراداً مسودہ ملک کی اہم دینی شخصیتوں تک پہنچانے کی کوشش کی اور خود بھی جہاں تک پہنچ سکے ان مباحث اپنی ہمت کے مطابق احباب کو دعوتِ تبادلہ خیالات دی۔ الحمد للہ کہ ایک مقام سے بھی ہماری تحقیق کے خلاف کوئی آواز سنائی نہ دی بلکہ سب نے ہماری اس تحقیق کی داد دی مگر باوجود کتابت کے مراحل طے ہو جانے کے کتاب بوجہ طبع نہ ہو سکی۔ کہ اچانک یہ آواز کانوں میں پہنچی کہ ادارہ الاعتصام لاہور نے سیدہ صدیقہؑ کی عمر کے متعلق ایک تحقیقی کتاب شائع کی ہے یہ سن کر از حد خوشی ہوئی کہ شاید اس میں کوئی نئی بات ہوگی اور صدیقہ کائنات کی تالیف میں ہم سے اتر ہم سے کوئی غلطی مرزد ہو گئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کا سامان ہم پہنچا دیا۔ کتابچہ مذکور فوراً منگوا لیا اور کئی بار اول سے آخر تک پڑھا معلوم ہوا کہ ہم صدیقہ کائنات میں حضرت ام المؤمنینؑ کی عمر کے متعلق جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔ کتابچہ دیکھ کر اس بات سے از حد دکھ ہوا۔ کہ مرتب اپنی افتاد طبع محدود علمیت اور تقایدی ذہن پر تقاید منقادین ائمہ اربعہ کی قسم ہو یا بخاری و مسلم کی (کی وجہ سے چٹھارہ بازی میں نوناک ہیں مگر تحقیقی دنیا کی اجد سے بھی واقف نہیں یہ کتابچہ مولوی محمد علی لاہوری مرزائی اور سید سلیمان ندوی کی خط و کتابت پر مشتمل ہے۔ اور سید صاحب کے ابتدائی تالیفی دور کے مقالات پر مشتمل ہے جب سید صاحب نبی علیہ السلام معراج روحانی کے قائل تھے اور طَائِفَتَيْنِ اقْتَتَلُوا مِنَ الْمُنِيْنِ ہیں دوسرا مرد عبد اللہ (باقی)



بیدار بیش یعنی نبوی سے پانچ یا چھ سال پہلے ہوئی دونوں کا نکاح یعنی رخصتی میں بھی معمولی سافرق ہے اور حالات کی ستم ظریفی کہ دونوں کی عمروں کے متعلق آج تک کسی مؤرخ، سیرت نویس، محدث یا محقق نے تحقیق سے کام نہیں لیا بیدار صدیقہ کا کی عمر کے متعلق ہم اپنی تالیف "صدیقہ کائنات" میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ اس مقام پر سیدہ فاطمہؓ کی عمر کے متعلق تحقیقی طور پر بحث کرتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ "نام نہاد محبان اہل بیت" کی تحقیق سے بھی قارئین کو روشناس کرایا جائے۔ کوئی صاحب ہیں سید امداد حسین کاظمی اور اپنی شخصیت کو فدا کر بنا کر دکھانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ صدر ادارہ معارف اسلام لاہور کا لاحقہ بھی چسپاں کیئے ہوئے ہیں۔ ان کی ایک تالیف کا نام ہے "اخلاق المعصومین" اس میں حضرت سیدہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ رسولؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں۔

رفیقہ حاشیہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کو سمجھتے تھے اور شعب بنو ہاشم کو شعب ابی طالب سمجھتے تھے۔ یہاں اس بحث کا موقع ہے نہ محل یہ چند باتیں اشارت کے طور پر زیر قلم آگئی ہیں۔ الحمد للہ کہ میں "صدیقہ کائنات" کے آخر میں اسٹڈراک کے عنوان سے اس کتابچہ کے متعلق کچھ لکھنے کا وقت مل گیا۔ ورنہ ادارہ الاعتصام کی قسم کی دنیا اپنی عادت کے مطابق یہ آوازیں آتی رہتی ہیں کہ ہم نے تنقید و تعاقب میں فلاں کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے اس بحث کو دیکھنے کے لئے "صدیقہ کائنات" کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ شیعہ مذہب کی تمام اہمات اکتب میں نبی علیہ السلام کی چار بیٹیوں کا ذکر موجود ہے ملاحظہ فرمائیے  
 تاریخ التواریخ فارسی جلد ۲ صفحہ ۵۱۸۔ جلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۱۶۳۔ حیات القلوب جلد ۲  
 صفحہ ۸۲۔ ۱۳۰۔ ۱۴۸۔ ۱۶۰۔ مطبع نوکشتور۔ مجاہد المؤمنین صفحہ ۸۶۔ ۸۷۔ فروع کافی مترجم  
 طبع کراچی صفحہ ۲۰۲۔ ۲۱۶۔ تذکرۃ المعصومین طبع یوسفی دہلی صفحہ ۶۔ اصول کافی باب مراد البنی  
 کتاب الخصال صفحہ ۳۷۵۔ باب الشیعہ کی حریت صفحہ ۱۱۵۔ نیج البلاغۃ مصری جلد ۲ صفحہ ۸۵  
 فیض الاسلام صفحہ ۵۱۹۔ قرب الاسناد صفحہ ۶۔ آخری سطر۔ مرآة العقول شرع الاصول الفروع جلد ۱

(باقی)



اور آپ کی کنیت ام الائمہ ام الحسن ام الحنین ام السیطین اور ام ابیہا تھی۔ آپ کا روز ولادت جمعہ المبارک ۵ بعثت نبوی ۲۰ جمادی الآخر اور عمر صرف اٹھارہ سال تھی (اخلاق المعصومین صفحہ ۳۲۲)

اس مقام پر عمر کی بحث سے قطع نظر جو اسرار و رموز ام ابیہا میں پوشیدہ ہیں ان سے قارئین کے معلومات میں اضافہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ "ام ابیہا" کے لفظی معنی اپنے باپ کا مالک ہیں اور یہ سو قیانا بھینتی ہمارے ہاں بھی ایسی لڑکیوں کے متعلق طبقہ جہلا میں مردن ج ہے جن کی شادی بالغ ہونے پر بھی نہ ہو سکے۔

ایک طرف تریہ ذات شریف حضرت سیدہ کی ولادت ۵ بعثت میں بیان کرتا ہے اور چونکہ غزوہ احد کے معاً بعد یعنی بقول اس کے دس سال کی عمر میں نکاح ہو جانا ہے تو پھر ام ابیہا کا کیا مطلب ایک اور محب اہل بیت کا دیا کھیاں ملاحظہ بعضوں نے ۳۵ سال کی عمر میں وفات قائم کی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سیدہ بیاد کے بعد کل آٹھ برس زندہ رہیں۔ تو اس وقت لامحالہ انیس بیس بلکہ ستائیس برس کی ہونگی۔ بلکہ ایک روایت میں لکھ دیا ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ نہیں کل دو برس کی چھوٹائی و بڑائی تھی اور یہ امر قابل انکار نہیں کہ نیر خدا کا سن عقد کے وقت پچیس چھبیس برس کا ہو گا۔ یا کم سے کم بائیسواں برس ہو۔ کیونکہ بعثت کے وقت جناب امیر کی عمر بقول قوی بارہ اور بقولے رس اور بروایت ضعیف آٹھ سال کی تھی اور تیرہ برس بعد نبوت کے ہجرت ہوئی اور ہجرت سے دوسرے سال عقد ہوا۔ اس لحاظ سے سیدہ کی عمر بیس بائیس سال ہوتی چاہیے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ قول بھی خلاف ہے۔ قیاس میں نہیں آسکتا کہ رسولؐ بیٹی کو اس قدر بھائے رکھتے کہ سن

۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸  
۶۸۹  
۶۹۰  
۶۹۱  
۶۹۲  
۶۹۳  
۶۹۴  
۶۹۵  
۶۹۶  
۶۹۷  
۶۹۸  
۶۹۹  
۷۰۰  
۷۰۱  
۷۰۲  
۷۰۳  
۷۰۴  
۷۰۵  
۷۰۶  
۷۰۷  
۷۰۸  
۷۰۹  
۷۱۰  
۷۱۱  
۷۱۲  
۷۱۳  
۷۱۴  
۷۱۵  
۷۱۶  
۷۱۷  
۷۱۸  
۷۱۹  
۷۲۰  
۷۲۱  
۷۲۲  
۷۲۳  
۷۲۴  
۷۲۵  
۷۲۶  
۷۲۷  
۷۲۸  
۷۲۹  
۷۳۰  
۷۳۱  
۷۳۲  
۷۳۳  
۷۳۴  
۷۳۵  
۷۳۶  
۷۳۷  
۷۳۸  
۷۳۹  
۷۴۰  
۷۴۱  
۷۴۲  
۷۴۳  
۷۴۴  
۷۴۵  
۷۴۶  
۷۴۷  
۷۴۸  
۷۴۹  
۷۵۰  
۷۵۱  
۷۵۲  
۷۵۳  
۷۵۴  
۷۵۵  
۷۵۶  
۷۵۷  
۷۵۸  
۷۵۹  
۷۶۰  
۷۶۱  
۷۶۲  
۷۶۳  
۷۶۴  
۷۶۵  
۷۶۶  
۷۶۷  
۷۶۸  
۷۶۹  
۷۷۰  
۷۷۱  
۷۷۲  
۷۷۳  
۷۷۴  
۷۷۵  
۷۷۶  
۷۷۷  
۷۷۸  
۷۷۹  
۷۸۰  
۷۸۱  
۷۸۲  
۷۸۳  
۷۸۴  
۷۸۵  
۷۸۶  
۷۸۷  
۷۸۸  
۷۸۹  
۷۹۰  
۷۹۱  
۷۹۲  
۷۹۳  
۷۹۴  
۷۹۵  
۷۹۶  
۷۹۷  
۷۹۸  
۷۹۹  
۸۰۰  
۸۰۱  
۸۰۲  
۸۰۳  
۸۰۴  
۸۰۵  
۸۰۶  
۸۰۷  
۸۰۸  
۸۰۹  
۸۱۰  
۸۱۱  
۸۱۲  
۸۱۳  
۸۱۴  
۸۱۵  
۸۱۶  
۸۱۷  
۸۱۸  
۸۱۹  
۸۲۰  
۸۲۱  
۸۲۲  
۸۲۳  
۸۲۴  
۸۲۵  
۸۲۶  
۸۲۷  
۸۲۸  
۸۲۹  
۸۳۰  
۸۳۱  
۸۳۲  
۸۳۳  
۸۳۴  
۸۳۵  
۸۳۶  
۸۳۷  
۸۳۸  
۸۳۹  
۸۴۰  
۸۴۱  
۸۴۲  
۸۴۳  
۸۴۴  
۸۴۵  
۸۴۶  
۸۴۷  
۸۴۸  
۸۴۹  
۸۵۰  
۸۵۱  
۸۵۲  
۸۵۳  
۸۵۴  
۸۵۵  
۸۵۶  
۸۵۷  
۸۵۸  
۸۵۹  
۸۶۰  
۸۶۱  
۸۶۲  
۸۶۳  
۸۶۴  
۸۶۵  
۸۶۶  
۸۶۷  
۸۶۸  
۸۶۹  
۸۷۰  
۸۷۱  
۸۷۲  
۸۷۳  
۸۷۴  
۸۷۵  
۸۷۶  
۸۷۷  
۸۷۸  
۸۷۹  
۸۸۰  
۸۸۱  
۸۸۲  
۸۸۳  
۸۸۴  
۸۸۵  
۸۸۶  
۸۸۷  
۸۸۸  
۸۸۹  
۸۹۰  
۸۹۱  
۸۹۲  
۸۹۳  
۸۹۴  
۸۹۵  
۸۹۶  
۸۹۷  
۸۹۸  
۸۹۹  
۹۰۰  
۹۰۱  
۹۰۲  
۹۰۳  
۹۰۴  
۹۰۵  
۹۰۶  
۹۰۷  
۹۰۸  
۹۰۹  
۹۱۰  
۹۱۱  
۹۱۲  
۹۱۳  
۹۱۴  
۹۱۵  
۹۱۶  
۹۱۷  
۹۱۸  
۹۱۹  
۹۲۰  
۹۲۱  
۹۲۲  
۹۲۳  
۹۲۴  
۹۲۵  
۹۲۶  
۹۲۷  
۹۲۸  
۹۲۹  
۹۳۰  
۹۳۱  
۹۳۲  
۹۳۳  
۹۳۴  
۹۳۵  
۹۳۶  
۹۳۷  
۹۳۸  
۹۳۹  
۹۴۰  
۹۴۱  
۹۴۲  
۹۴۳  
۹۴۴  
۹۴۵  
۹۴۶  
۹۴۷  
۹۴۸  
۹۴۹  
۹۵۰  
۹۵۱  
۹۵۲  
۹۵۳  
۹۵۴  
۹۵۵  
۹۵۶  
۹۵۷  
۹۵۸  
۹۵۹  
۹۶۰  
۹۶۱  
۹۶۲  
۹۶۳  
۹۶۴  
۹۶۵  
۹۶۶  
۹۶۷  
۹۶۸  
۹۶۹  
۹۷۰  
۹۷۱  
۹۷۲  
۹۷۳  
۹۷۴  
۹۷۵  
۹۷۶  
۹۷۷  
۹۷۸  
۹۷۹  
۹۸۰  
۹۸۱  
۹۸۲  
۹۸۳  
۹۸۴  
۹۸۵  
۹۸۶  
۹۸۷  
۹۸۸  
۹۸۹  
۹۹۰  
۹۹۱  
۹۹۲  
۹۹۳  
۹۹۴  
۹۹۵  
۹۹۶  
۹۹۷  
۹۹۸  
۹۹۹  
۱۰۰۰







۳- ابن قتیبہ دینوری سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علیؑ جو سیدنا فاروق اعظمؓ کے نکاح میں آئیں کے متعلق لکھتے ہیں: واما ام کلثوم الکبریٰ وہی بنت قاطمہ فكانت عند عمر بن الخطاب ولدت له ولداً قد ذکرنا همد (المعارف صفحہ ۹۲) یعنی ام کلثوم کبریٰ جو سیدنا علیؑ کی بیٹی اور سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھیں۔ حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔ اور ان کے بطن سے اولاد بھی ہوئی۔ جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

۴- ابن حزم کہتے ہیں۔

وتزوج ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ بنت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب فولت له زیداً  
 لہ یعقوب وراقیہ (جموعۃ الانساب العرب صفحہ ۳۷-۳۸)  
 نبی علیہ السلام کی بیٹی فاطمہؓ کی بیٹی ام کلثومؓ دختر سیدنا علیؑ سے حضرت عمرؓ کا نکاح ہوا جس سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

یہ عبارت طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۴۸۲، طبری اردو جلد ۳ صفحہ ۸۵ اور صفحہ ۲۲۸ پر مرقوم ہے۔

۵- مشہور شیعہ محدث محمد بن حسن طوسی لکھتا ہے۔ عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنہا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحد (تہذیب الاحکام آخری جلد ۳۲۰)  
 حضرت جعفرؓ (صادق) اپنے باپ محمد باقرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علیؑ کی دختر سیدہ ام کلثومؓ اور ان کے لڑکے زید بن عمر بن الخطابؓ کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔

نصریحات نمبر ۳۰۴ اور ۵ سے معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہؓ کی پہلی اولاد سیدہ ام کلثومؓ تھیں۔ اور اگر شادی سے نو ماہ بعد سیدہ ام کلثومؓ کی ولادت تسلیم کی جائے تو اس صورت میں سیدہ ام کلثومؓ کی تاریخ ولادت آخر مہینہ



یا شروع شوال ۲ھ تسلیم کرنا پڑے گی۔ اور اگر سیدنا حسنؑ کی ولادت اس سے ایک سال بعد بھی تسلیم کی جائے تو وہ ہجری شوال سے بعد ہی کہی جاسکتی ہے۔ مگر شوال ۵ ہجری بوجہ محسب نظر ہی نہیں بلکہ دیگر تصریحات کی موجودگی میں غلط ہے۔ ہاں اس بات کا تعین ضرور ہو گیا کہ حضرت سیدہ کا نکاح محرم ۲ھ میں ہوا۔ اور آپ کی پہلی اولاد سیدہ ام کلثومؑ تھی۔

## سیدنا حسنؑ کی ولادت

عرب میں سنین پیدائش کو محفوط رکھنے کا کوئی رواج نہ تھا۔ سیدنا حسنؑ کی تاریخ پیدائش بھی ہمیں سیدہ کا اثبات کی تاریخ پیدائش کی طرح خارجی شواہد سے متعین کرنا ہوگی۔

۶۔ مشہور شیعہ محقق ابابقر مجلسی کہتے ہیں کہ حضرت حسنؑ سات دن کے ہوئے تو نبی اکرمؐ نے عقیقہ میں دو ابلق گو سفند ذبح کئے اور سیدہ اسماء بنت عمیسؓ وایہ کو ایک ران اور ایک اشرافی عطا کی اور امام حسنؑ کے سر کے بال کٹوا کر برابر چاندی کے تصدق کر دیئے۔ (جلاء العیون ج ۱ صفحہ ۷۰۷)۔

اب ہمیں اس مقام پر یہ دیکھنا ہے کہ سیدہ اسماء بنت عمیس کون تھیں؟ یہ صحابیہ سیدنا جعفر طیار بن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔ یعنی سیدنا علیؑ کی بڑی بھانج تھیں جو اپنے حبیب القدر خاوند کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کر گئی تھیں۔ سیدنا جعفرؓ نے ہی شاہ حبش کے دربار میں قریش مکہ کی شکایت پر اسلامی تعلیمات پیش کی تھیں۔ سیدنا جعفرؓ کئی سال حبشہ میں رہ کر فتح خیبر کے موقع پر واپس تشریف لائے تھے اور آپ کے واپس تشریف لانے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ان دونوں نعمتوں میں سے کس پر زیادہ خوش ہوؤں خیبر کی فتح پر یا جعفرؓ کی واپسی پر۔ سیدنا جعفرؓ وہ حبیب القدر صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حجاز مقدس سے باہر ایک غیر ملک میں تبلیغ اسلام کے کام لائے تمایاں سرانجام دیئے۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے آپ



کی واپسی کو خیبر کی فتح کے ہم پلہ قرار دیا۔

غزوہ خیبر ہجری کے آخری مہینوں میں ہوا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کی ولادت، ہجری کے آخری ۸ ہجری کے شروع میں ہوئی۔

۷۔ یہی باقر مجلسی بروایت ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جب ابوسفیان مدینہ آیا کہ حضرت رسول خداؐ سے امن طلب کرے تو جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا آپ شفاعت کیجئے مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ حضرت ابوسفیانؓ کا سیدنا علیؑ کو اپنی شفاعت کے لئے کہنا محل نظر ہے۔ جبکہ سیدنا علیؑ کی نسبت مدینہ میں ایسے صحابی کافی تعداد میں موجود تھے جن کا مقام سیدنا علیؑ سے کہیں اہم تھا اور ان کے ساتھ حضرت ابوسفیانؓ کے حلیفی تعلقات ابھی تھے۔ للمولف (جناب سیدہ پردہ میں تھیں اور امام حسنؑ ایک ماہ کے تھے اور گھٹنوں کے بل چلتے تھے) جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۳۳۶) یاد رہے کہ حضرت ابوسفیانؓ بھی غزوہ خیبر کے بعد ہی مدینہ تشریف لائے تھے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کا سن ولادت آخر ۸ ہجری شروع ہے۔

۸۔ اب بخاری کی ایک روایت بھی سن لیجئے۔ سیدنا ابو موسیٰؓ اشعری کہتے ہیں کہ جب ہمارا قافلہ حبشہ پہنچا تو وہاں ہمیں جعفر بن ابوطالبؓ ملے ہم ان کے پاس رہے پھر ہم سب اکٹھے روانہ ہوئے اور نبی اکرمؐ کے حضور میں فتح خیبر کے وقت پہنچے اسماء بنت عمیس جو ہمارے ساتھ آئی تھیں ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ کے یہاں مکان ہوئیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۷)

۹۔ سیدنا جعفرؓ کی واپسی کی خوشی میں نبی علیہ السلام کے متعلق مشہور شیعہ جہتد مجلسی لکھتے ہیں کہ بروز فتح خیبر جعفرؓ کی عدتہ سے واپسی کے موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ میں جعفر کی عدتہ سے واپسی پر زیادہ خوش و مسرور ہوں یا فتح خیبر پر (حیات القلوب ج ۲)

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ سیدنا جعفرؓ کی واپسی کی روایات اور سیدنا حسنؑ



کی ولادت سے متعلق روایات پر شبہ سنی دونوں متفق ہیں۔

۱۰۔ اب ہم مشکوٰۃ اور طبقات ابن سعد کی روایات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

حضرت ام الفضلؓ بنی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ایک خواب عرض کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ رات کو آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا۔ یہ سن کر بنی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا یہ خواب بہت اچھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ فاطمہؓ کے یہاں لڑکا ہوگا۔ اللہ نے چاہا تو وہ تیری گود میں رہے گا۔

چنانچہ جب سیدنا حسینؑ پیدا ہوئے تو آنحضرتؐ کی فرمائی ہوئی تعبیر کے مطابق وہ میری گود میں رہے۔ مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳، ۵۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۶، ۳۵)

سیدہ ام الفضل، سیدنا عباسؓ کی زوجہ تھیں یعنی آنحضرتؐ کی محبی تھیں آپ اپنے شوہر سیدنا عباسؓ کے ساتھ ۸ھ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائی تھیں اور اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ جہاں آپ نے یہ خواب دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا حسینؑ کی ولادت ۹ ہجری یا اس سے بعد ہوئی۔ چونکہ سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ کی عمروں میں کم و بیش سال بھر کا فرقہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی سیدنا حسنؑ کی ولادت غزوہ خیبر کے بعد ہی تسلیم کرنا پڑے گی۔

۱۱۔ کتاب المعارف ابن قتیبہ کے صفحہ ۲۹ پر یہ روایت درج ہے کہ حسنؑ کی

ولادت ۶ ہجری غزوہ خیبر کے بعد ہوئی۔ ابن قتیبہ نے غزوہ خیبر کے بعد سیدنا حسنؑ کی ولادت کے متعلق صحیح لکھا۔ مگر آپ کو اس بارہ میں ذہول ہوا ہے کہ غزوہ خیبر ۶ ہجری میں ہوا تھا۔ غزوہ خیبر ۶ھ میں نہیں۔ بلکہ ۵ھ میں ہوا تھا۔

اب ان ندوی محققین کی تحقیق کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے جو بنی علیہ السلام



کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر ۳ سال بیان کرتے ہیں۔ اور آپ کی ولادت ۲ھ بیان کرتے ہیں۔ طبرانی اور انساب کی ان روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؑ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت اتنے کم سن تھے کہ ان کو نبی علیہ السلام کا حلیہ مبارک بھی یاد نہ تھا۔

چونکہ نبی علیہ السلام کی تاریخ وفات ربيع الاول ۱۱ ہجری ہے اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس وقت مندرجہ صدر تصریحات کے مطابق سیدنا حسنؑ کی عمر تین چار سال کے درمیان تھی۔

## عمر طفولیت

انسان کے ذہن سے بچپن کے واقعات کا اثر موت تک زائل نہیں ہوتا اور انسان طبعاً یاب کی نسبت ماں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہوتا ہے سیدہ فاطمہؑ کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر کم و بیش چار سال تھی۔ سیدنا علیؑ کے تعلقات سیدہ فاطمہؑ سے چنداں خوشگوار نہ تھے۔ والدین کے ایسے ناخوشگوار تعلقات کا اثر ساری عمر آپ پر رہا۔ یہی وجہ تھی کہ ذہنی طور پر آپ تمام زندگی سیدنا علیؑ کے مہنوا نہ ہو سکے۔

## سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کے تعلقات

مشہور شیعہ مؤلف جنہیں خاتم المحدثین کہا جاتا ہے یعنی ملا باقر

مجلسی لکھتے ہیں :

۱۔ بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے یہ روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے یہ انتظام کیا کہ یعنی رسول خداؐ اور سیدنا علیؑ کے درمیان وعدہ ہوا کہ خدمت باہر کی مثلاً کلڑی اور پانی لانے کی جناب امیر کریں اور خدمت گھر کے اندر کی مثل چکی پیسنے، کھانا پکانے، جھاڑو دینے کی جناب فاطمہ کریں۔

(بلد العیون اردو ج ۱ ص ۱۶۲/۱۶۳)



مگر نکاح کے بعد جو کچھ ہوا اس کے اُلٹ ہوا۔ چنانچہ یہی مجلسی صاحب لکھتے ہیں :

۲۔ بسند معتبر جناب امیر سے روایت ہے کہ جناب فاطمہؓ حضرت رسول خداؐ کی محبوب ترین مردم تھیں (محبوب کیوں نہ ہوں) جبکہ آنحضرتؐ کی تمام اولاد میں سے اس وقت صرف یہی زندہ تھیں۔ مولف اور اس قدر مشکیزے پانی کے اٹھائے کہ سینہ مبارک سے انرا ایذا کا ظاہر ہوا۔ اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ مجروح ہو گئے۔ اور اس قدر گھر میں جھاڑو دی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے۔ اور اس قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ لہذا کثرت کاروبار سے جناب سیدہ کو تکلیف ہوئی (مخبر العیون جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

یہاں یہ کہے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا کہ ملا صاحب جو خاتم المحدثین ہیں۔ سیدنا علیؓ کی زبان سے ہی اپنے گھر کا کس قدر ناقابل بیان نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ اسے جو بلیغ کہا جائے پاف

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ سوچنے کی بات صرف اس قدر ہے کہ سیدنا علیؓ کے افراد خانہ کی تعداد ہی کیا تھی کہ سیدہ فاطمہؓ سارا دن چکی پیستی آگ جلاتی پانی ڈھوتی اور کھانا پکاتی رہتی تھیں۔ کیا سیدنا علیؓ اپنی زوجہ محترمہ کے لئے محلہ بھر کا غلہ اور مصالحہ پینے کے لئے گھر لایا کرتے تھے۔ کیا آپ کا مکان اتنا وسیع و عریض تھا کہ جناب سیدہ سارا سارا دن جھاڑو دیتی رہتی تھیں اور گھر میں کوئی حمام تھا کہ آپ پانی ڈھو ڈھو کر بلکان ہوئی جاتی تھیں۔ یا الہی یہ ماجرا کیا ہے ؟

اور کیا ملا صاحب سے کوئی شریف آدمی یہ پوچھ کر ہمیں بتا سکتا ہے کہ جناب آپ کے شیر خدا یہ سارا تماشا بیٹھ کر دیکھتے رہتے تھے اور بیٹی کی پیاری بیٹی اپنی زوجہ محترمہ کا ہاتھ بٹاتے ہوئے شرم و عار محسوس کرتے تھے۔



حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی تمام خرافات ان عجمی عناصر کے تخلیقی تخیل کا اثر  
ہیں جنہوں نے حب علیؑ کی آڑ میں عافہؓ کو بخشنا نہ حسینؑ کو نہ کوئی صحابی ان کے نشتر تضحیک  
و تفسیق سے بچ سکا اور نہ صادق و صدوقؑ کی ذاتِ اقدس۔ کبریت کلمہ تخرج  
من افواهہم ان یقولون الا کذبا

گو عقل سلیم اس قسم کی خرافات کو قبول نہیں کر سکتی۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں  
کہ سیدہ فاطمہؓ کی زندگی نہایت ناخوشگوار تھی۔

اس مقام پر عقیدت و احترام اور نگاہِ تقدس کے ساتھ ساتھ حقیقت حال کو  
پیش نظر رکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ایسے ماحول میں عہد طفولیت گزارنے  
والا بچہ جوان ہو کر پتے باپ کے متعلق اپنے گوشہ قلب میں کس قسم کے جذبات رکھتا ہوگا۔  
مگر بلا غریب اس میدان میں منفرد نہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ سب کچھ موجود  
ہے۔ چنانچہ باب ما ذکر من و مع النسبی الخ میں علیؑ رحمہم اگے چیل کر  
یارانِ طریقت نے زین العابدین بنا دیا، بن حسینؑ سے ایک طویل حدیث مروی ہے  
جس کا آخری حصہ یوں ہے :

حضرت مسور بن محرز کہتے ہیں کہ علیؑ نے فاطمہؓ پر سو کن لانے کے لئے ابو جہل  
کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا۔ پھر میں نے نبی علیہ السلام سے سنا آپ منبر پر خطبہ  
دے رہے تھے اور میں ان دنوں بالغ تھا آپ نے فرمایا۔ فاطمہؓ مجھ سے ہے۔  
اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں کسی فتنہ میں نہ پڑ جائے۔ پھر آپ  
نے اپنے داماد (ابوالعاصؓ) کا ذکر کیا جو بنی عبد شمس میں سے تھے (جن کا نام لینا  
بھی ان سطحی قسم کے موالیوں کے لئے بارگراں ہے مولف) نبی علیہ السلام نے ابوالعاصؓ  
کی تعریف کی اور فرمایا انہوں نے جو بات مجھ سے کی تو سچی کی اور مجھ سے وعدہ کیا تو  
پورا کیا اور (یار رکھو) میں کسی حرام چیز کو حلال نہیں کر رہا۔ لہذا تحریم ما اهل اللہ  
کا ترجمہ اور تفسیر کرنے والے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر غور کریں کہ برعم خولینش  
اپنی معروف علمیت کے زعم میں کس قدر غلط بیانیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ہم نے



اپنی تالیف صدیقہ کائنات میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے مولف (لیکن بات یہ ہے اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس کے اگلے باب میں بیدہ فاطمہؓ کی مشقوں سے لبریز زندگی کے متعلق خود علیؓ سے روایت ہے جس کی تائید سنن ابی داؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں علیؓ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ نبی علیہ السلام کے گھر والوں میں سب سے زیادہ عزیز تھیں وہ میرے نکاح میں تھیں چکی پیس پیس کر ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے پانی کی مشکیں بکیر کر سینے پر نشان پڑ گیا تھا۔ گھر کی جھاڑو دے دے کر کپڑے غبار آلود ہو گئے تھے چوٹھا جھونک جھونک کر کپڑے سیاہ ہو گئے تھے۔ میں نے ان کو کہا کہ اپنے ابا جان کے پاس جاؤ اور ان سے خادم مانگ کر لاؤ الی آخر۔ اگر سیدہ فاطمہؓ اتنی مشقت اٹھاتی تھیں تو سیدنا علیؓ خود کیا کرتے تھے اور پھر اتنی خدمت گزار بیوی کی موجودگی میں دشمن اسلام کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا اولاد پر اثر انداز نہ ہوا ہوگا۔

۳۔ یہی باقر مجلسی آگے چل کر لکھتے ہیں :

بند معتبر روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور فاطمہؓ اونٹ کی کھال کا جامہ پہنے اپنے ہاتھ سے چکی پیس رہی تھیں۔ اور ساتھ ہی فرزند کو دودھ پلا رہی تھیں۔ جب رسول خداؐ فاطمہؓ کو اس حال میں دیکھا آنسو چشم ہائے رواں سے جاری ہوئے۔ اور فرمایا اے دختر گرامی تلخی ہائے دنیا کی حلاوت چکھو اجلاء العیون جلد ۱ ص ۱۶۲ یعنی علیؓ جو کچھ دکھائے ہے ہیں انہیں برداشت کرو۔ کتنا درد انگیز منظر ہے۔ کہ حضرت سیدہ کے لئے سیدنا علیؓ کوئی معمولی سا کپڑا بھی بہم نہیں پہنچا سکتے۔ ادھر تو یہ صورت ہے کہ دختر رسولؐ اونٹ کے چمڑے کا جامہ دربر فرمایا ہوئے ہیں۔ اور ادھر یہ صورت ہے جو مجلسی صاحب آگے چل کر بیان فرماتے ہیں۔

۴۔ کتاب علل الشرائع و البشارات المصطفیٰ و خوارزمی میں بسند ہائے معتبر

ابو ذر اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جعفر طیار مدینہ آئے زیاد سے



جعفر طیار غزوہ خیبر کے موقع پر جیشہ سے واپس آئے تھے اور انہیں ایام میں سیدنا حسن کی ولادت ہوئی تھی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے، ایک کینز بطور تحفہ اپنے بھائی علیؓ کے پاس بھیجی۔ وہ کینز جناب امیر کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں اور دیکھا کہ سر جناب امیر اس کینز کے دامن پر ہے۔ جب یہ حالت دیکھی تو متغیر ہو گئیں اور پوچھا کہ اس کینز کے ساتھ کیا تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیر نے فرمایا بخدا سو گندائے دختر محمدؐ میں نے اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہیں کیا۔ اب جو کچھ تم کو منظور ہے بیان کرو۔ میں بجلاؤں۔ جناب سیدہ نے کہا۔ مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو۔ جناب امیر نے فرمایا۔ میں نے اجازت دی۔ پس جناب فاطمہؓ نے چادر سر پر اڑھی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ (جلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۱۸۸)

یہاں اس بات سے بھی بحث نہیں کہ سیدنا علیؓ کے یہ نام نہاد شیعہ آپ کی مدح کر رہے ہیں یا دم اور اس بات سے بھی بحث نہیں کہ سیدنا علیؓ نے وہ لونڈی سیدہ فاطمہؓ کو خدمت کے لئے دینے کی بجائے اپنی ذات کے لئے وقت کر لی اور اس بات سے بھی بحث نہیں کہ اس قسم کی روایات صحیح ہیں یا غلط۔ البتہ یہ تاثر ضرور اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کی زندگی سیدنا علیؓ کے ہاں خوشگوار نہ تھی۔ اور والدین کی باہم شکر رنجی کے تعلقات کا بچوں کی زندگی پر نہایت دور رس اثر پڑتا ہے۔ جناب مجلسی نے ان چند باتوں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ذرا اور آگے ہاتھ مارنے کا اقدام فرما رہے ہیں۔

۶۔ سیدنا علیؓ نے ابو جہل کی لڑکی جویریہ کو شادی کا پیغام دیا۔ تو رسول خداؐ نے جناب فاطمہؓ کو محزون و ملول پایا۔ آپ نے غسل فرمایا۔ لباس بدل کر مسجد میں نشتر لپٹ لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ منشغول رکوع و سجود ہوئے اور بعد دو رکعت کے دُعا مانگتے تھے خداوند! فاطمہؓ کے خزن ملال کو زائل کر۔ کیونکہ جس وقت گھر سے باہر آئے تھے تو فاطمہؓ کو دیکھ کر آئے تھے۔ کہ آپ کو میں بدلتی اور ٹھنڈی سانس میں بھرتی ہیں۔ پھر گھر میں نشتر لپٹ لگائے



دیکھا کہ فاطمہؓ کو نیند نہیں آتی اور بے قرار ہے۔

فرمایا اے دخترِ گرامی اے فاطمہؓ اٹھو۔ جب جناب فاطمہؓ اٹھیں تو جناب رسول خداؐ نے حسنؑ کو اور فاطمہؓ نے حسینؑ کو اٹھایا اور ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے۔ یہاں تک کہ قریب جناب امیر کے پہنچے۔ اس وقت جناب امیر آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت جناب رسول خداؐ نے اپنا پاؤں جناب امیر کے پاؤں پر رکھا۔ اور فرمایا اے ابو تراب! گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور طلحہؓ کو بلا لاؤ۔ پھر جناب امیر گئے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کو بلا لائے۔ جب قریب جناب رسول خداؐ کے حاضر ہوئے۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا اے علیؓ کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہؓ میری پارہ تن ہے۔ اور میں فاطمہؓ سے ہوں جس نے اُسے آزار دیا۔ جس نے اُسے میری وفات کے بعد آزار دیا۔ گویا ایسا ہے کہ اس نے میری حیات میں آزار دیا۔ جناب امیر نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ! اسی طرح ہے اس وقت جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ تم کو کیا باعث ہوا جو تم نے ایسا کام کیا۔ جناب امیر نے فرمایا۔ بحق اس خدا کے جس نے آپ کو براستی بھیجا۔ قسم کھاتا ہوں جو کچھ فاطمہؓ سے کسی نے کہا وہ فی الواقع صحیح نہیں اور میرے دل میں وہ امور نہیں گزرے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ (جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۲۱۷ تا ۲۱۹)

اس واقعہ سے امور ذیل مستنبط ہوتے ہیں۔

- ۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہؓ کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو گئے اور نماز پڑھ کر مشغول رکوع سجد ہوئے۔
- ۲۔ حضرت سیدہؓ پر اس واقعہ کو باقی واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔ تو از حدنا گوارا اثر معلوم ہوتا ہے۔
- ۳۔ نبی علیہ السلام نے سیدنا حسنؑ کو اٹھایا اور جناب سیدہؓ نے سیدنا حسینؑ



کو اٹھایا اور سیدہ ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے۔ اس کا واضح تر مطلب یہ ہے کہ سیدہ ام کلثومؓ جناب نبینؐ سے عمر میں بڑی تھیں۔ گویا آپؐ غزوہ خیبر سے پہلے یعنی ۵ یا ۶ ہجری میں پیدا ہوئی تھیں۔ اور نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر کسی طرح چھ سال سات سے کم نہ تھی صدیق اکبرؐ کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۹ سال بنتی ہے۔ اور جس وقت سیدنا فاروقؓ عظیم سے آپ کا نکاح ہوا اس وقت آپ کی عمر کسی صورت میں پندرہ سولہ سال سے کم نہ تھی۔

۴۔ ملا صاحب کا یہ تکلف ہے کہ نبی علیہ السلام نے سیدنا علیؓ کے پاؤں پر پاؤں رکھا۔ ورنہ واقعہ کے سیاق و سباق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی بیٹی کی تکلیف کی وجہ سے خزن و الم سے اس قدر متاثر تھے کہ آنحضرتؐ نے پاؤں کی ٹھوک سے سیدنا علیؓ کو بیدار فرمایا اور پھر البوترا بکہہ کر مخاطب فرمایا یعنی مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے والا۔ اس سے اگلا فقرہ کہ تم نے گھر والوں کو اپنی جگہ سے جدا کیا ہے "البوترا" کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

۵۔ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا طلحہؓ کو بلانے کا مقصد؟  
 بظاہر امیاء بیوی اور خسرو و ماد کا — مگر بلایا جاتا ہے دوسروں کو — اس کا مقصد یہ تھا کہ ان ہی تین اصحاب کی سفارش پر نبی علیہ السلام نے حضرت سیدہ کا نکاح سیدنا علیؓ سے فرمایا تھا اور وہی موعہ عثمانؓ رضی عنہما سے تھا اور انہوں نے ہی نکاح کے اخراجات بھی برداشت کئے تھے۔

اس قسم کے ظاہر و شواہد کا احاطہ اس مقام پر موضوع سے باہر ہے۔ ورنہ سیدہ فاطمہؓ کی تمام زندگی سیدنا علیؓ کے ہاں نہایت مشقت اور رنج و الم سے بھرپور زندگی تھی۔ یہاں صرف اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ حضرات حسنینؓ میں سے سیدنا حسنؓ جو عمر میں سال بھر بڑے تھے۔ ان کو اس قسم کے منظر زیادہ پاتے تھے۔ اسی لئے تمام زندگی وہ اپنے آپ کو سیدنا علیؓ کے سیاسی عزائم سے ہم آہنگ



نہ کر سکے۔ اور سیدنا حسینؑ چونکہ طفولیت اور شبیر خوارگی کے درمیانہ زمانہ میں تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بڑے بھائی جیسا تاثر قبول نہ کیا۔ آگے چل کر دونوں بھائیوں کی افتاد طبع میں انہی ایام کا پر تو نظر آتا ہے۔ البتہ سیدہ ام کلثومؓ ان تمام واقعات سے خوب باخبر تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ سیدنا علیؑ جب سبائیوں کی کرم نختیوں کی وجہ سے سر آرائے خلافت ہوئے اور انہوں نے ہرمز مجوسی کے قاتل عبید اللہ بن عمر کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تو سیدہ موصوۃؓ نے ایک طرف اپنے سوتیلے بیٹے یعنی حضرت عبید اللہؓ کو مدینہ سے فرار ہو جانے کا مشورہ دیا اور دوسری طرف اپنے باپ کو سمجھایا کہ آپ اتنے پرانے جھگڑے کو نہ چھیڑیں۔ مگر سیدنا علیؑ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور سیدنا عبید اللہؓ نے بھاگ کر جان بچائی۔



# سیدنا حسن کی زندگی کے مختلف ادوار

**پہلا دور** ولادت سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات تک، حضور خاتم المعصومین کی وفات کے وقت سیدنا حسن کی عمر چھبیسیا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے ۳-۴ سال کے درمیان تھی۔ اور حضرت سیدہ بھی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اعلیٰ علیین کو سدھا رکھیں۔ اس دور کے متعلق متعدد روایات ہمارے سامنے ہیں کہ کبھی آپ حضور خاتم المعصومین کے دوش اقدس پر سوار ہیں۔ کبھی کسی صحابی کے کندھوں پر سواری فرما رہے ہیں۔ کبھی عین خطبہ کے درمیان گرتے پڑتے مسجد نبوی میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور حضور خاتم المعصومینؐ اٹھ کر اپنے پاس بٹھا لیتے ہیں۔

**دوسرا دور** حضرت سیدہ کی وفات کے بعد سیدنا علیؑ نے سیدہ امامہ بنت سیدنا ابوالعاصؑ سے نکاح فرمایا۔ سیدہ امامہ، سیدہ فاطمہؑ کی سگی بھانجی تھیں۔ اور سیدنا علیؑ نے سیدہ فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق سیدہ امامہ سے نکاح فرمایا تھا۔ قیاساً ہی نہیں بلکہ یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ سیدہ امامہ نے حضرات حسنینؑ کی تربیت میں اپنی پوری صلاحیتیں صرف کر دی ہوں گی سیدہ امامہ، سیدہ زینبؑ عسقیٰ عظیم ہاں کی بیٹی تھیں جو زمانہ کے اکثر نشیب و فراز دیکھ چکی تھیں انہوں نے اپنی بیٹی کی تربیت میں کون سی کمی روار کھی ہوگی۔ اسی عرصہ میں صدیق اکبرؑ انتقال فرما گئے اور سیدنا فاروق اعظمؑ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ چندے بعد حضرات حسنینؑ کی بڑی بہن سیدہ ام کلثومؑ زینب کا شانہ حریم خلافت بن گئیں۔ اب حضرات حسنینؑ کے لئے حریم خلافت کے دروازے کھلے گئے۔ ان تہیہ کی قسم کی سطور سے یہ بتانا مفید ہے کہ حضرات حسنینؑ



کے بچپن کی نسبت یہ عہد زیادہ خوشگوار یوں کا حامل تھا۔

**تیسرا دور** سیدنا فاروق اعظمؓ مجوس و یہود کی ایک منظم سازش سے شہید ہو گئے تو سیدنا ذوالنورینؓ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے۔

سیدنا حسنؓ اب ۱۶-۱۷ سال کے وجہ یہ فوجوان تھے۔ سیدنا ذوالنورینؓ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اب گویا سیدنا حسنؓ کے مقام منصب میں وہ چہ اضافہ ہو گیا۔ حسنؓ منشی انہی عائشہؓ کے بطن سے تھے گویا سیدنا ذوالنورینؓ سیدنا حسنؓ منشی کے سگے نانا تھے (الرقیۃ الزہراء)

سیدنا ذوالنورینؓ کے دورِ خلافت میں ہی ایران کا حکمران اسلامی فوجوں کے آگے آگے بھاگتا، پھپھتا جان بچاتا ۲۵ سال کی عمر میں ایک پین چکی والے کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوا۔ ایران کے ان جہادی کارناموں میں سیدنا حسنؓ اکثر جہادوں میں شامل تھے۔

حسب روایات طبری، ابن اثیر اور فتوح البلدان اہل طبرستان نے عہدِ فاروقی میں صلح کر لی تھی۔ عجم کی بغاوت کے سلسلہ میں جو کہ عجمی سازش کے تحت سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوئی تھی۔ طبرستان والوں نے بھی صلح توڑ دی۔ ۳۱ ہجری میں سیدنا ذوالنورینؓ کے حکم کے مطابق سیدنا سعید بن العاص نے طبرستان پر فتح کشتی کی۔ اس فتح میں سیدنا حسنؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ متعدد جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ سعید بن العاص اور سعید بن عامرؓ عبداللہ بن عامرؓ ربیع بن زبیرؓ اور مجاشع بن مسعود نے ایران کے تمام علاقوں سجستان، خراسان، باحرز، جوین، بہنق، خواف، سفرائن، ارجیان، بنیشاپور، سرس، اہوات، طخارستان، طالقان، کرمان، سجستان، کشس، دوار وغیرہ کو فتح کیا۔ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ذوالنورینؓ کے دورِ خلافت کی ان فتوحات میں اکثر جہادوں میں سیدنا حسنؓ موجود تھے۔

مشہور شیعہ مولف نجم الحسن کراروی کی تالیف ”چودہ نساے“ شائع کردہ شیعہ



ایک عینسی انصاف دوسرا ایڈیشن جولائی ۱۹۶۷ء میں مرقوم ہے کہ عہد عثمانی میں فتح طبرستان کے موقع پر امام حسن اور امام حسین نے شرکت کی۔ ۱۳۹۳ ہجری میں اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا تو اس کتاب سے یہ واقعہ نکال دیا۔ سیدنا حسن اور حسین کی فتح طبرستان کا واقعہ تاریخ اسلام جلد سوم مولفہ ایس ڈاکٹر حسین جعفری پریپریٹڈ دفتر انا لیتق انگریزی دہلی مطبوعہ ۱۹۱۳ء مقبول پریس دہلی کے صفحہ ۱۳ میں بھی موجود ہے۔ یعنی حضرات حسنین عنقوان شباب سے ہی حلیقہ ثالث سیدنا ذوالنورین کی فوج میں شامل ہو کر جہاد شروع کر دیا تھا اور یہ سلسلہ ۲۹ ہجری میں سیدنا حسن کی وفات کے بعد بھی سیدنا حسین نے جاری رکھا۔ حتیٰ کہ امیر بزدل کی سالاری میں سیدنا حسین غزوہ قیصر دوم میں ۶۹ھ میں بحیثیت ایک رضا کار سپاہی کے موجود تھے۔

ایران کی ان فتوحات سے پہلے حضرات حسنین عبداللہ بن سعد کی سالاری میں طرابلس شمالی افریقہ کے جہاد میں شامل رہ چکے تھے۔ یعنی جب عبداللہ بن سعد نے سکندریہ سے نکل کر درمیانی علاقوں سے ہوتے ہوئے طرابلس کی طرف پیش قدمی کی تو سیدنا ذوالنورین نے مدینہ منورہ سے جو فوج مرتب کر کے بھیجی اس میں سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا حسن بن علی اور سیدنا حسین بن علی شامل تھے۔ یہ فوج مصر سے ہوتی ہوئی برقہ کے مقام پر عبداللہ بن سعد کی فوج سے جا ملی۔ اور دونوں فوجوں نے مل کر طرابلس پر حملہ کیا۔ رومی بڑی جی داری سے لڑے مگر آخر شکست کھا کر بھاگ نکلے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرات حسنین اور حضرات عباد اللہ طرابلس کی فتح کے بعد واپس مدینہ پہنچنے سے جلد بعد ایران کی طرف جانے والی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔

**چوتھا دور** سیدنا حسن کی زندگی کا چوتھا دور سیدنا ذوالنورین کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں اپنے اپنے والد سیدنا علی کا جس قدر ساتھ دیا وہ بامر مجبوری تھا۔



شمس التواریخ ایک تفسیری کتاب ہے۔ یابن ہبہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت حسنؑ انشراک سے بے بسا میں اپنے والد بزرگوار سے معروضات کیا کرتے تھے، صفحہ ۵، کسی دوسرے مقام پر اس قسم کے ثبوت پیش کئے جا چکے ہیں کہ سیدنا حسنؑ اپنے والد بزرگوار کے مرنے کے بالکل ہمدانہ تھے۔

جنگ جمل سے پہلے آپ نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کیا۔

”ابا جان! میں نے آپ کو اس سفر سے پیشتر بنی منع کیا تھا مگر آپ نے

میرا معذرتہ نہ کرنا اور آپ کی رائے پر فلاں فلاں (عبید اللہ بن سیاہ اور مالک

اشتر وغیرہ) اشخاص غالب آئے۔ سیدنا علیؑ نے فرمایا بیشک عاجز اے ایسا ہی ہوا۔

بہر حال سیدنا حسنؑ نے اپنے والد بزرگوار کو منع کرنے کے باوجود ان کے

حکم سے سرتابی نہ کی۔ جنگ عین میں آپ مسیح ہو کر نکلے تو سیدنا علیؑ نے انہیں دیکھا۔

یہ دور سیدنا حسنؑ کی اپنی خلافت کا دور ہے جس کے حالات

پانچواں دور کسی دوسرے مقام پر تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں۔

یہ دور سیدنا معاویہؓ کے دور خلافت کا ہے۔ جو آپ کی

وفات ۴۹ھ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ اس دور کا اہم ترین

واقعہ قسطنطنیہ کا جہاد ہے جو ۴۹ھ میں امیر تریق کی زیر قیادت ہوا۔ اس

جہاد میں سیدنا حسینؑ کے علاوہ سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا

ابن زبیرؓ اور سیدنا ابوالیوسف کے نام ملتے ہیں۔ مگر سیدنا حسنؑ کا نام ان مجاہدین

میں نہیں آتا۔ امیر تریق کی قیادت اور سپہ سالاری میں جو یہ جہاد کیا گیا۔

اس میں بڑے بڑے جہاد القدر صحابہ کرام میں سے شامل ہوئے کہ اس

جہاد میں شامل ہونے والے حضور بارتق رسالت کی زبان سے یہ مژدہ سن

چکے تھے کہ وہ شکر مغفرت ہے۔ سیدنا حسنؑ کا اس میں موجودہ پایا جانا اس

بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ۴۹ھ میں وفات پا چکے تھے اور سیدنا حسینؑ اس

سال اکیلے ہی دمشق گئے۔ اس وقت غزوہ قسطنطنیہ کی تیاریاں پوری نہیں اور



آپ بھی امیر مزید کی قیادت میں اس غزوہ میں شامل ہو کر "مغفور لہم" کے سند یافتہ گروہ کی سعادت کے حامل ہوئے۔

اب ہم ان واقعات کو دوسری نظر سے دیکھتے ہیں۔ شیخ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سیدنا علیؑ کی مالی حالت نہایت مقیم تھی۔ مگر تیس سال بعد جب آپؐ شہید ہوئے تو آپ تمام بنو ہاشم میں بہت بڑے مالدار اور جاگیردار تھے۔ چنانچہ آپ کی جائداد میں متعدد دیہات تھے۔ جن میں سے دلال، تنفات، حسنی، مانام، ابراہیم، مسیت، صافیہ، برقیہ، نبع، دارمی، المقرنی، بدینہ، باربنہ اور غیر تین تیرہ دیہات کے ناموں کا متعدد کتب میں ذکر درج ہے۔

رجح ایقین صفحہ ۱۸۵ فرسٹ کانن جلد ۲ صفحہ ۲۰

وفات کے وقت خادموں اور غلاموں کے علاوہ چار بیویاں ۱۹ ام ولد چوبیس لڑکے لڑکیاں موجود تھیں اور اپنے خاندان میں سب سے زیادہ دولت مند مشہور تھے (کتاب شہادت تیسرا مقدمہ صفحہ ۵)

جنگ جمل کے عین بعد جبکہ ہزاروں گھروں میں ماتم تھا آپ نے مسعود نیشلی کی دختر لیلیٰ سے نکاح فرما کر پورے بہتر روز ایک مکان میں قیام فرمایا جو ناصر خسرو کی سیاحت کے زمانہ تک مشاہد علیؑ کے نام سے مشہور رہا۔ (سفر نامہ ناصر خسرو صفحہ ۱۱۴۰) اور پھر شہادت سے پہلے آپ ایک اور لونڈی خریدنے کا ارادہ فرما چکے تھے۔ جس کے لئے رقم جمع کر لی تھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قدر روایت کہاں سے آئی۔ اپنی نام نہار خلافت کے زمانہ میں تو آپ ایک مربع اونچ زمین فتح نہ کر سکے جہاں سے مال عنایت حاصل ہوتا۔ کسی دوسرے طریقے سے اس قدر مال جمع کرنے کا آپ کی ذات اقدس کے متعلق تصور کرنا بھی گناہ کبیرہ سے کم نہیں۔

نلفائے ثلاثہ رض کے زمانہ میں سیدنا حسنؑ طبرستان کی فتح اور افریقیہ کی فتح میں شامل ہوئے۔ مگر سیدنا علیؑ مدینہ سے نکلے۔ لا محالہ یہی نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے کہ



یہ سب کچھ خلفائے ثلاثہ کی کرم نشیوں، قیاضیوں اور احسانات سے حاصل ہوا تھا اور اگر سیدنا علیؑ کی ذات اقدس کے لئے خلفائے ثلاثہؓ کی داد و ہمش کا یہ عالم تھا۔ تو حضرات حسینؑ کے لئے خلفائے ثلاثہؓ کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذباتِ خدات و عطا کا اندازہ لگانا ممکن ہے۔

ان سطور کا آخری مفہوم و مقصد یہ ہے کہ حضرات حسینؑ کی زندگیاں نہایت فاسخ البالی اور خوشحالی کی زندگیاں تھیں۔

سیدنا حسنؑ کو سیدنا ذوالنورینؑ نے ضروریاتِ زندگی فراوانیوں سے مالا مال کر دیا تھا۔

صدیق اکبرؑ کی خلافت کے روزِ اول سے لے کر سیدنا ذوالنورینؑ کی شہادت تک سیدنا علیؑ نے کسی جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ سیدنا فاروق اعظمؑ معرکہ قادسیہ کے موقع پر سیدنا علیؑ کی خدات سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے مگر آپ نے انکار کر دیا تھا۔ المختصر یہ کہ سیدنا علیؑ اور حضرات حسینؑ کے لئے خلفائے ثلاثہؓ کا دورِ خلافت ہر قسم کی آسائشوں کا دور تھا۔

سیدنا علیؑ کی اس جائداد میں سیدنا حسنؑ کا وجود ایک مرکزی کردار تھا۔ سیدنا فاروق اعظمؑ کی خلافت کے زمانہ میں تمام معلوم دنیا سے مال غنیمت ڈھیروں کی صورت میں مرکزِ خلافت کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔ اور سیدنا حسنؑ، سیدنا فاروق اعظمؑ کے نہایت محبوب تھے۔ جسے سیدہ ام کلثومؑ کے نکاح کے بعد دو آئشہ کر دیا تھا۔ اور سیدنا ذوالنورینؑ کے آپ محبوبِ داماد تھے۔ آپ کو طبرستان اور افریقیہ کی فتوحات سے مال غنیمت کا بھی کافی حصہ ملا ہوگا۔ آپ کو خلفائے ثلاثہؓ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بقول مولف بجا رالانوار سیدنا حسنؑ نے سیدہ عائشہ بنت سیدنا ذوالنورینؑ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے نام ابو بکر اور عمر رکھے۔

(بجا رالانوار جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)



**استدراک** وضعی روایات کی صورت میں آج جو کچھ مردوجہ تاریخوں کے صفحات میں ہمارے سامنے ہے۔ ان میں سوائے اموی و ہاشمی مناقشات کے کچھ نہیں۔ حالانکہ ان تاریخی کتب میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے واضح طور پر یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ اس دور میں اموی و ہاشمی مناقشات کی قسم کی قطعاً کوئی چیز موجود نہ تھی۔ مگر بعد میں آنے والے مورخین نے تاریخ کے اس تاریک پہلو کو اجاگر کرنے میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں جو کذاب راویوں کے ذریعے وضعی روایات کی صورت میں کتب تاریخ میں لکھا گیا تھا۔ اور تاریخ کے اس روشن پہلو کو کیسر نظر انداز کر دیا۔ جو رحماء بدینہد کی تفسیر تھا اور صحیح روایات پر مشتمل تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیاسی قسم کے چند معمولی اختلافات کے علاوہ لوگ ایک جسم و جان تھے۔ یہاں تک کہ ان پر خود غلط قسم کے مورخین نے سوسر کو داماد کا جان لیوا، داماد کو سوسر کا دشمن، بہنوئی کو برادرستی کا قاتل گردانے میں بھی شرم محسوس کی۔

## واقعات گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

فلسفہ تاریخ کا تقاضا ہے کہ کسی حکمران یا کسی تاریخی شخصیت کے حالات قلمبند کرتے وقت اس شخصیت کی اقتدار طبع، اس کے کردار سے مرتب ہونے والے اثرات اور اس کی شخصیت پر اثر انداز ہونے والے واقعات کا جائزہ لے کر ان واقعات کو احاطہ تحریر میں لایا جاوے جو وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

حضرات حسنین کی عمروں میں بالکل معمولی یعنی سال بچہ کا فرق تھا مگر ایک بھائی میں نجل، بڑ باری، پیش پیشی، عاقبت اندیشی اور جزورسی کے ادھمان بدجہ



اتم موجود تھے۔ مگر دوسرا بھائی کسی مقام پر بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح تدبیر و تعقل کے اس مقام تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا حامل اس کا بڑا بھائی تھا۔

یہی وجوہات تھے کہ بڑے بھائی نے میانوں سے نکلی ہوئی ہزاروں تلواریں پھر میانوں میں کرنے کے اسباب ہم پہنچا کر ایک عالم کے لئے امن و چین کی فضا سازگار کرنے کے اسباب ہم پہنچائے۔ مگر دوسرے بھائی نے سینکڑوں ہزاروں دستوں عزیزوں، رشتہ داروں کے سمجھانے کے باوجود وہ راستہ اختیار کیا جو آگے چل کر بلا کے المیہ کی شکل میں آج تک پوری ملت کے لئے صرف تشنت و افتراق کا سبب ہی نہ بنا۔ بلکہ ہزاروں سے متجاوز محاذ کے خون بہانے کا ذریعہ بنا چلا آ رہا ہے۔

اس کی سب سے اہم وجہ سیدنا حسنؑ کا، سیدنا ذوالنورینؑ سے متعلق ہو کر اپنے گھر بلو یا حول کا ترک کر دینا تھا۔ جہاں سیدہ فاطمہؑ کے انتقال کے بعد ہر ذہن، ہر خیال اور ہر طبقہ کی خواتین کا نشانہ سیدنا علیؑ کی زینت بن چکی تھیں۔ اور سیدنا حسینؑ آخر تک اسی ماحول میں رہے اور اس ماحول کے اثر سے آخر تک آپ اپنا دامن چھڑا سکتے۔ یہ سسرالی صحبت کا ہی اثر تھا کہ سیدنا حسنؑ نے سیدنا علیؑ کی خدمت میں جو مشورہ عرض کیا اسے ہر دور کے صائب الرائے محققین اور مورخین نے من حیث المجموع نہایت صائب اور بروقت قرار دیا۔

تاریخ کے لاکھوں صفحات لکھے جا چکے ہیں اور نہ معلوم قیامت تک یہ سلسلہ کہاں تک راز نہوتا چلا جائے گا۔ مگر عجیبی اثرات کے تحت جو کچھ لکھا گیا جیتا تک اس کی چھان پھٹک کر کے صحیح دافعات کو نکھار کر پیش نہ کیا گیا یہ تشنت و افتراق کی فضا ختم نہ ہوگی اور جب تک واقعہ کر بلا اور واقعہ حرہ جیسے خالص سیاسی معرکے ہمارے حجاب و منبر سے دینی معرکے ہی بنا کر پیش کئے جاتے رہیں گے اور جملہ مصنفین کی دینی جنگیں سیاسی جنگیں ہی قرار دی جاتی رہیں گی اور سیدنا حسن کے اس بے مثل کردار کو جو پورے عالم اسلام کے لئے صرف اس وقت ہی باعث رحمت ثابت نہ ہوا بلکہ قیامت کے اثرات سے پورا عالم اسلام فیضیائے تاریک اور اس وقت تک سیدنا حسنؑ کو تاریخ میں یہ مقام ملے گا جس کے حقدار ہیں صرف اس وجہ سے کہ حضرت حسنؑ کی سیاست میں فاروقی و عثمانی تعلیم کا پرتو تھا۔



# سیدنا علیؑ کی نام نہا و خلافت سیدنا حسنؑ

سیدنا حسنؑ عقل فرست، تدبیر، تفقہ اور عاقبت اندیشی کے اوصاف جمیلہ کے پیکر محسوس تھے۔ آپ نے سیدنا علیؑ کی خدمت میں ہر اڑسے دنت میں صائب مشورہ عرض کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ نے جب بھی کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا اس کا تاریخ پہلو فوراً سیدنا حسنؑ کے دل میں کھٹک گیا۔ اور آپ نے فوراً اپنے جلیل القدر باپ کے حضور میں اپنی ضمیر کی آواز پیش کرنے میں ذرہ بھڑچکے پاسٹ گوراء نہ دی۔

سیدنا علیؑ کی نام نہا و خلافت کے متعلق میں نے "مشکوٰۃ المصابیح کے فوائد غر نوبہ پر ایک نظر" میں چند اشارات کیے تھے یہاں ذرا وضاحت سے چند حقائق و شواہد پیش کیے ہیں تاہم تاریخ پر چھوڑا جاتا ہے:

۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم قد وصر منی الاسلام لخمس وثلاثین اوست و ثلاثین اوسبع و ثلاثین فان یھلکوا فسیل من ہالک وان یقید لھم دینھم لقیل لھم سبعین عاماً۔ قلت امبا بقی او مما مضی قال مما مضی را بود اور بحوالہ مشکوٰۃ

عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا بنی عباسیہ اسلام نے کہ دین اسلام کی چکی پینتیس چھتیس یا سنیس سال تک چلتی رہے گی۔ پس اگر ہلاک ہوں پس راستہ ان کا ہے کہ ہلاک ہوئے۔ اور اگر تمام ہو دوسرے ان کے کار دبار ان کے دین کا تڑپ برس تک رہے گا۔ میں نے عرض کیا ستر برس اس دنت سے ہیں کہ باقی ہے گا اس دنت سے کہ گذرا فرمایا اس دنت سے ہو گا کہ گذرا۔ اس حدیث کے تین حصے ہیں۔

(صفحہ ۵۰ پر)



اور آج تاریخ کی ورق گردانی کرتے وقت جب ایسے مقامات ہمارے سامنے آتے ہیں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کا مقام سیاست ملکی میں کس قدر بلند تھا۔ اور آپؑ استقبال میں پیش آنے والے خطرات کو کیسی فراست و بصیرت سے بھانپ کر تھے۔ چنانچہ :

۱۔ سیدنا علیؑ جب مدینہ سے عازم کوفہ ہوئے تو مدینہ میں جو چند صحابہ موجود تھے۔ انہوں نے آپؑ کو اس اقدام سے روکا۔ ان روکنے والوں میں سیدنا حسنؑ پیش

(بقیہ حاشیہ) پہلا حصہ ۳۵-۳۶ یا ۳۷ سال سے متعلق نبی علیہ السلام نے مدینہ پہنچ کر بحیثیت ایک حکمران کے یہود سے معاہدہ فرمایا۔ پہلی ہجری سے سید ذوالنورینؑ کی شہادت تک پورے ۳۵ سال ہوئے۔

دوسرا حصہ فان یھلکوا سے متعلق ہے جو سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت سے شروع ہو کر سیدنا معاویہؓ کے استقلال سے متعلق ہے یہ مدت پانچ سال ہے۔ تیسرا حصہ وان یقعد لھم سے شروع ہو کر مشہام بن عبدالمناک تک پہنچتا ہے اس طرح قریش سے بارہ ائمہ بھی پوسے ہو جاتے ہیں اور حدیث کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کے راوی خود سیدنا علیؑ ہیں۔

قل یا رسول اللہ من تو مر بعدک الخ نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کے بعد ہم کسے امیر بنائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر میرے بعد تم ابو بکرؓ کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی رغبت کرنے والا پاؤ گے۔ اور اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو تم اسے قومی امانت پھاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ اگر تم علیؑ کو امیر کرو گے حالانکہ تحقیق میں گمان کرتا ہوں کہ تم اسے امیر نہیں بناؤ گے و لا امر بکم فاعلمین تو تم اسے راہ راست دکھانے والا پاؤ گے

مسند احمد بن حنبل بحوالہ مشکوٰۃ باب



پیش تھے۔ چنانچہ آپ نے ارادہ فرمایا تھا کہ میں مدینہ نہیں چھوڑوں گا۔ شاید اس طرح میرے والد مرگ جائیں۔ مگر سیدنا علیؑ نے اپنے بیٹے کے منشورہ کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے تو سیدنا حسنؑ ربذہ کے مقام پر جا کر ملے اور کہا ابا جان! آپ نے مدینہ کیوں چھوڑا۔ اور کیوں ہر دفعہ میری بات نہ مانی (ابن خلدون)

(حاشیہ) اس روایت نے معاملہ ہی صاف کر دیا کہ صحابہ کرام سیدنا علیؑ کو خلیفہ منتخب نہیں کریں گے۔  
۳۔ بیہقی میں ہے کہ الخلفاء بائنا بالمدینۃ والملك بالثمام (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ باب ذکر الامین واثمام) خلافت مدینہ میں ہوگی اور بادشاہی ثمام میں

۴۔ مندرجہ صدر ہر سہ احادیث کی تشریح کے لئے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر بھی غور کیجئے۔ ان هذا الامر بدار رحمة ونبوة ثم يكون رحمة وخلقاً ثم  
ماکلاً عضواً (بحوالہ البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰)

۳۵ سال کی روایت کی روشنی میں نبی علیہ السلام کے دس سال اور سیدنا صدیق اکبرؑ سے شہادت ذوالنورین تک ۲۵ سال اور سیدنا معاویہؓ سے ہشام تک

۵۔ سیدنا ابن مسعودؓ کی ۱۰۵ سال والی روایت کے تحت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

اس حدیث کا مفہوم خارج میں اس طرح ظہور ہوا کہ ۳۵ھ میں حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور جہاد کا انتظام بگڑ گیا۔ پھر حضرت معاویہؓ بن ابوسفیانؓ کے زمانہ میں جو ساد کا انتظام ہوا اور پھر اسلام کی حکمی دین حق کو دنیا کے باطل دینوں پر غالب کرنے کے لئے چلنی شروع ہو گئی۔ اس تاریخ سے ستر برس کے بعد بنو امیہ کی سلطنت کو زوال آنا

شروع ہوا اور آنحضرتؐ کے ستر سال کی پیشینگوئی پوری ہوئی۔ الزامہ الخفا حصہ اول (۲۲۹)

۶۔ امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں حضرت علیؑ کے زمانہ میں کفار سے کوئی جہاد نہیں ہوا بیشک تبیوں

خلفاء پر تمام امت متفق ہو گئی تھی اور اس طرح انہیں خلافت کا مقصود حاصل ہو گیا

تھا انہوں نے کفار سے جہاد کئے اور ملکوں کو فتح کر کے زیر اقتدار لائے اور علیؑ کی خلافت

میں نہ کفار سے جہاد ہوا اور نہ ہی شہر فتح ہوئے اس دور میں تلوار فقط اہل تیبلیہ میں

چلتی رہی۔ (منہاج السنۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)



۲۔ طبری کہتا ہے کہ سیدنا علیؑ نے جب طلحہ و زبیر سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تو سیدنا حسنؑ نے کہا۔ ابا جان آپ میری بات نہیں ملتے تو آپ بے بس بنا کر قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر سیدنا علیؑ نے فرمایا تو ہمیشہ لونڈیوں کی طرح روتا رہتا ہے تو نے کیا کہا تھا کہ میں نے نہیں مانا۔ حضرت حسنؑ نے کہا :

۱۔ حضرت عثمانؓ کی محصوری کے وقت میں نے کہا تھا آپ مدینہ چھوڑیں ورنہ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل آپ کے لئے بہتر نہیں ہوگا۔

۷۔ (حاشیہ) علامہ مری جبار اللہ اپنی تالیف الرشد میں انت منی بمنزلہ ہارون من ہوسلی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دراصل رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو یہ فرمایا تھا کہ اگرچہ نیکی میں تیرا مقام بلند ہے لیکن ہارون کی طرح تم خلافت کا بار نہیں اٹھا سکو گے کیوں کہ ہارون چالیس دن بھی بار خلافت نہ اٹھا سکے (حاشیہ المنقذ صفحہ ۲۵۹۔ ۱۰۱ اور احیاء السنہ)

۸۔ حیات امام مالکؒ کے مولف ابو زہرہ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ امام مالکؒ کی نظر میں خلافت کیلئے دوڑتے تھے اور خلافت طلب کرتے تھے اور یہ بات ان کی کمی کا باعث تھی اس لئے وہ نہیں اس شخص کے مرتبہ پر نہیں رکھتے تھے جو خلافت طلب نہیں کرتا تھا۔ حضرت علیؑ اس طرح برسر اقتدار نہیں آئے تھے جس طرح دوسرے خلفاء برسر اقتدار آئے تھے۔

۹۔ حیات امام مالک صفحہ ۸۳ کتاب منزل لابو  
۹۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں : قائلین عثمانؓ یعنی حضرت علیؑ کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں (علیؑ) نے مالک بن حارث الاشتر (مجوسی) محمد بن ابوبکر گوگوری کے عہد سے تک دیئے۔ حالانکہ قتل عثمانؓ میں ان دونوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے (خلافت و سلوکیت صفحہ ) یہاں مودودی صاحب نے کنانہ بن بشر کا نام نہیں لکھا جس نے حضرت عثمانؓ کے جسم پر تلوار کے کئی وار کئے تھے۔ اور سیدنا علیؑ نے اسے مسرک گورتر کا منیہ مقرر کیا تھا۔

۱۰۔ شاہ ولی اللہ کا ایک ارشاد اور سن لیجئے :

العقاد بیعت برائے اودجوب العقاد رعیت فی حکم اللہ بیعت اور ممکن نشد۔ در



(ب) دوسرا مشورہ ہیں نے یہ دیا تھا کہ آپ اس وقت خلافت قبول نہ کیجئے جب تک تمام مشوروں کے لوگ آپ کو متفقہ طور پر تسلیم نہ کر لیں مگر آپ نہ مانے۔  
 (ج) پھر میں نے کہا طلحہؓ و زبیرؓ کی مخالفت کی صورت میں آپ گوشہ نشین ہو جائیں اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں مگر آپ نے میری یہ بات بھی نہ مانی۔  
 ۳۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے جنگ مانی

(حاشیہ) در خلافت در اقطار او حکم او نافذ نگشت و تمام مسلمین تحت حکم او سر  
 فرودیا در رند۔ جہاد در زبان سے یا نکلے منقطع  
 (ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۳۲)

۱۱۔ پھر فرماتے ہیں: در عنایت ازلی مقرر بود ہیکہ حضرت علیؓ و اولاد او تا  
 دامن قیامت منصور نشوند۔ و ہیکہ خلافت ایشاں علیؓ و جہاں صورت نگیرد۔  
 (ایضاً جلد ۱ صفحہ ۲۸۴)

۱۲۔ اوزیہ تفسیر تھی گویا ولادہ کبر فاعلین تم علیؓ کو خلیفہ منتخب کرنے کے نہیں۔  
 سب سے پہلے اشتر مجوسی نے بیعت کی تھی (البدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

○ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ ایک دن سیدنا حسینؓ اپنے تایا جعفرؓ کے مقابلہ میں  
 اپنے باپ کی بڑائی بیان کرنے لگے تو سیدنا جعفرؓ کے بیٹے عبد اللہؓ نے کہا کہ  
 میرے والد تو جنت کے باغوں میں سیر کر رہے ہیں مگر تمہارے باپ صریح  
 الدماؤ فی الفتنة خانہ جنگیوں کے خون میں نہا گئے۔ مخبر صادق نے خبر دی  
 تھی کہ شہادت عثمانؓ پر خلافت خالصہ ختم ہو جائے گی۔

○ یہی ابی الحدید کہتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کے سامنے ایک دفعہ سیدنا علیؓ اور  
 اور سیدنا معاویہؓ آپس میں الجھ پڑے تو سیدنا عثمانؓ نے فرمایا: واللہ لا  
 نصل الیک ولا الی احد من ولایک خدا کی قسم حکومت نہ تمہیں ملے گی  
 اور نہ تمہاری اولاد میں سے کسی اور کو + سیدنا اسامہؓ موجود تھے وہ سیدنا عثمانؓ  
 کی اس بات پر حیران ہوئے اور سیدنا سعدؓ سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا عثمانؓ نے  
 سچ کہا میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا کہ لا ینالہا علیؓ کہ علیؓ کو خلافت نہیں ملے گی۔  
 اب ان تصریحات کو دلا امر کبر فاعلین سے ملا کر پڑھیے۔



کی تیاریاں شروع کیں۔ تو حضرت حسنؑ نے عرض کیا: یا ابی اسی دے ہذا افات

قیلہ سفک د ماء المسلمین۔ و وقوع الاختلاف بینہما (البیہد جلد ۲۲۹)

ابا جان! اس جنگ سے رک جائیے۔ کیونکہ یہ جنگ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مسلمانوں میں خون ریزی ہوگی اور آپس میں اختلاف پیدا ہوگا۔ اور آگے چل کر زمانے نے دیکھ لیا کہ سیدنا حسنؑ کا سیاسی موقف سیدنا علیؑ کے سیاسی موقف کی نسبت کس قدر اقرب الی الصواب بلکہ عینی برحق تھا۔

۱۳۔ ابن خلدون کہتا ہے۔ فاما وقعت علی الی اکابر الصحابة لیکن حضرت علیؑ کا واقعہ

تو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت لوگ مختلف شہروں میں متفرق تھے اور بیعت کے

وقت حاضر نہ تھے۔ اور جو حضرات موجود تھے ان میں سے بعض نے بیعت کر لی اور بعض

وہ ہیں جنہوں نے تو قف کیا۔ تا آنکہ لوگ اجماع کریں۔ مثلاً سعدؓ، سعیدؓ، ابن عمرؓ

اسامہ بن زیدؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عبداللہ بن سلامؓ، قدامہ بن مظعونؓ، ابوسعید خدریؓ

کعب بن اجرہؓ، کعب بن مالکؓ، نعمان بن بشیرؓ، حسان بن ثابتؓ، مسلمہ بن مخلدؓ، قتالہؓ

بن عبید وغیرہم اور ان جیسے دوسرے اکابر صحابہ (مقدمہ صفحہ ۱۵۰ مصری)

ابن خلدون کی اس حق بیانی اور دیگر شواہد کی موجودگی میں سیدنا علیؑ کے

اس ارشاد کا تاریخ میں کیا مقام رہ جاتا ہے کہ میرے ہاتھ پر ان لوگوں نے

بیعت کی جنہوں نے حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی رنج ابل

۱۴۔ مشہور مستشرق محقق دے خوئے لکھتا ہے:

ALI WAS A VALIANT PERSON BUT HAD NO

GREAT TALENT AS RULER (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا گیارہواں ایڈیشن)

۱۵۔ ابن حزم اپنی تالیف نفاذ العروس میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے مغالہ یعنی غلبہ و تسلط

سے اقتدار حاصل کیا ان میں سب سے اول سیدنا علیؑ تھے (حقیقت خلافت بلوکیت صفحہ ۲۲۶)

۱۶۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ مقالات سے برائے طلب خلافت بوردہ بخت اسلام۔

۱۷۔ بخاری میں سیدنا مردان بن الحکم سے عروہ اور ان سے ہشام روایت کرتے ہیں سیدنا عثمانؓ کی

خلافت کے زمانہ میں لوگوں کا عام خیال یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے بعد زبیرؓ خلافت کے حقدار ہیں۔



چنانچہ آگے چل کر یہی ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صفین سے پسلی کی وقت سیدنا علی نے سیدنا حسن کو مخاطب کر کے فرمایا یا لیت! اللہ مات قبل ہذا ایوم بعشرین عاماً۔ کائنات تمہارا باپ آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ یہ سن کر سیدنا حسن نے عرش کیا یا ابت قد اکت انہاک عن ہذا۔ ابا جان! اسی لئے تو میں آپ کو اس اقدام سے روکتا رہا۔ یہ سن کر سیدنا علی نے پھر فرمایا یا بنیانی لہم ان لام یبلغ ہذا۔ میرے بیٹے! میں نہیں جانتا تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ (ایضاً جلد ۷ صفحہ ۲۲۰)

۴۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں سیدنا حسنؑ ایک روز خطبہ بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس خطبہ میں انہوں نے اپنا ایک خواب بیان کیا: لوگو! میں نے کل رات ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگی ہوئی ہے پروردگار کائنات اپنے عرش پر متمکن ہے نبی اکرمؐ نشریف لاتے ہیں اور عرش کا ایک پایہ بیکہ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نشریف لاتے ہیں اور حضورؐ کے شانہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اب دیکھیے کہ سیدنا علیؑ کے سرِ خلافت کا تاج رکھنے والے ان کے متعلق کیا کہتے ہیں اور حضرت علیؑ اپنے ان حواریوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

۱۔ نہج البلاغہ کے ایک خطبہ کے کلمات ہیں: اولیس عجیباً ان معاویہ الخ کیا یہ بات باعث حیرت ہے کہ معاویہؓ تو اعانت اور عطا کے بغیر حفا کاروں کو حکم دیتا ہے اور وہ اس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تم کو حالانکہ تم لقبیہ اسلام اور لقبیہ مرم ہو اعانت اور عطا کے ساتھ دعوت دیتا ہوں تو تم میرے پاس سے متفرق ہو جاتے ہو اور میرے سامنے اختلاف کرتے ہو۔

۲۔ طبری کہتا ہے کہ صفین کے موقع پر ان عراقیوں کی ایک جماعت نے تاشی کی تجویز منوانے کے لئے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر ہماری بات نہ مانی گئی تو تمہارا بھی وہی حشر کرینگے کہا فعلنا باینن جو ابن عفاں کا کیا تھا جرح ۲۶

۳۔ کل اہل بصر حضرت علیؑ سے متفرق تھے اور کوفہ دینہ کے اکثر لوگ اور مکہ کے نوسب ہی لوگ ان سے متفرق تھے اور جمہور خاق ان کے مخالفت بنی امیہ کے ساتھ تھی۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

۴۔ سیدنا علیؑ اپنے حواریوں سے سخت نالاں تھے چنانچہ ابو الفرج اصفہانی جو مسلکاً شیعہ تھا لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے فرمایا یا اشباہ الرجال الی واللخذلان نے ناں بصوت مراں اور اے کمینوزانہ عقل والو امیری آرزو ہے کاش میں تمہیں نہ جانتا۔ اور نہ پہنچتا اور کاش میں نے تمہیں کبھی دیکھا بھی نہ ہوتا۔ مجھے انتہائی تہمت اور دل میں تم سے انتہائی عصبہ تم میرے نافرمان اور میرے رسوا کرنے والے ہو (آغانی جلد ۵ صفحہ ۴۱)

۵۔ نہج البلاغہ کے ایک خطبہ کے الفاظ ہیں: تم لوگوں نے مجھے اپنی رائے پر مستقیم نہیں رہنے دیا اس قدر نافرمان کی کہ قریش کہنے لگے کہ ابن ابی طالب بہادر تو ہے مگر علم حرب نہیں رکھتا۔



پھر حضرت عمر فاروق عظیم اقتضائے میں اور حضرت ابوبکرؓ کے نشانہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اچانک حضرت عثمانؓ اس عدالت میں آتے ہیں کہ ان کا کٹا ہوا سر ان کے ہاتھوں میں رکھا ہوتا ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فریادگیاں مہوتے ہیں کہ اے پروردگار! اپنے ان بندوں سے جو تیرے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں اور جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان سے پوچھا جائے کہ مجھے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا بائیں ذنب قتل۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی اس فریاد پر میں نے دیکھا کہ عرش الہی ٹھرا گیا اور آسمان سے خون کے دو پرنا لے جاری کئے گئے جو زمین پر خون برسائے لگے۔ حضرت حسنؓ کے اس بیان کے بعد لوگوں نے حضرت علیؓ سے جو اس خطبہ میں موجود تھے ٹھکانا پوچھا۔ کہ حسنؓ کیا کہہ رہے ہیں۔ چونکہ یہ خواب حضرت عثمانؓ کی مطلوبانہ شہادت پر مہر تصدیق ثبت کر رہا تھا۔ قاتلین عثمانؓ جو حضرت علیؓ کی لچک کے کرنا دھرتے تھے کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حسنؓ وہی کچھ کہہ رہے ہیں جو انھوں نے دیکھا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سیدنا حسنؓ شروع سے ہی اس جنگ و جدل کے حق میں نہ تھے اور خون کے ان دو پرنالوں سے مراد جمل و صفین کے معرکے ہیں۔

(حاشیہ) ۶۔ باقر مجلسی کہتا ہے کہ جب جناب امیر کے اصحاب نے ان کی نصرت و مددگاری نہ کی تو آپ نے بالائے مینار ارشاد فرمایا۔ بخدا سو گند مجھے منظور ہے کہ خدا مجھے تم سے اٹھالے (جلال العیون صفحہ ۲۳)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نہ ہی نبی علیہ السلام نے آپ کی خلافت کے لئے کچھ ارشاد فرمایا۔ نہ ہی صحابہ کرام میں سے سوائے چند ایک کے کسی نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور نہ ہی آپ کو خلیفہ منتخب کرنے والوں نے آپ کا ساتھ دیا۔

ان حالات میں اگر سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر عمل فرماتے جو بلا یاقر مجلسی نے اپنی شہرہ آفاق تالیف جلاء العیون میں بیان کیا ہے۔ یعنی سیدنا علیؓ نے شہادت کے وقت سیدنا حسنؓ کو فرمایا۔ ”میں تم کو اس طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح مجھے رسول خدا نے وصیت کی ہے۔ اے فرزند جب میں دنیا سے مفارقت کروں اور میرے اصحاب تم سے موافق نہ رہیں۔ اس

وقت خانہ نشین رہنا اور گناہوں پر رونا اور دنیا کو مقصود بزرگ قرار نہ دینا (جلال العیون صفحہ ۲۳ سطر ۱)

کا شکہ سیدنا علیؓ خود اس بات پر عمل فرمائے تو نہ ہی جنگ جمل کا معرکہ پیش آتا۔ نہ ہی صفین میں قتل عام۔ اور نہ ہی کر بلا کا المیہ امت میں تشتت و افتراق کا سبب بنتا۔



## واقعہ تحکیم

سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت کی مدت ۳۵ھ تا ۴۰ھ ہے۔  
 آپ کی نام نہاد خلافت کے دو دور ہوئے۔ پہلا دور ابتدائے خلافت سے  
 غزلی تک اور دوسرا دور عزل ۳۷ھ کے قبیلہ تحکیم سے شہادت تک۔  
 جنگ عقیقین میں قتل عام نے پورے عالم اسلام کو جھنجھوڑا کر رکھ دیا تھا۔ خود  
 سیدنا علیؑ اور ان کے کمپ کے وہ لوگ جن کا شمار عثمانؓ سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو  
 اس وقت تک صحیح واقعات کو سمجھ ہی نہ پائے تھے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اس قتل عام  
 سے ان کی باطنی حسیں بیدار ہو رہی تھیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور یہ سوچتے پر مجبور ہو  
 چکے تھے کہ جس قدر جلد ہو سکے اس خانہ جنگی کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ دورہ ہی  
 طرف سیدنا معاویہؓ اور ان کے کمپ کے لوگ شروع سے ہی اس خانہ جنگی سے متنفر تھے  
 اگرچہ قاتلین سیدنا ذوالنورینؑ سے قصاص کے مطالبہ کے موقع پر وہ قائم  
 تھے مگر لڑائی میں اول سے آخر تک ان کا انداز صرف رافعا نہ تھا۔ یہاں یہ بات  
 قابل غور ہے کہ اگر

سیدنا معاویہؓ کو سیدنا علیؑ سے کوئی ذاتی مخالفت  
 یا حصول خلافت کے لئے کوئی چیلنج ہوئی  
 تو ان کے لئے بہترین موقع تھا کہ وہ جنگ  
 جمل میں سیدہ صدیقہ کائناتؓ کا ساتھ دیتے

جنگ جمل کے وقت سیدنا معاویہؓ کا خیال تھا کہ سیدنا ذوالنورینؑ کے خون  
 ناحق کے قصاص کے لئے جب تمام امت کی جلیل القدر ماں مطالبہ لے کر اٹھ کر  
 ہوئی ہیں تو کوئی صورت نہیں کہ وہ اپنے اس مہنی برحق مطالبہ میں کامیاب نہ  
 ہو سکیں مگر جب واقعات نے اُلٹ صورت اختیار کرنی تو قصاص کے مطالبہ  
 کی صدائے بازگشت تمام کی داریوں سے گونجنے لگی۔ سیدنا علیؑ کو یہ صورت حال



پسند نہ تھی۔ چنانچہ آپ اپنے مستقر خلافت کی طرف سے عازمِ شام ہوئے سیدنا معاویہؓ کے لئے خونِ زوالنورینؓ کے قصاصِ مطالبہ کے ساتھ نہیں اپنی سلامتی کی فکر بھی لاحق ہو گئی۔ اور پھر اس صورت میں کہ سیدنا علیؓ کو ان کی نام نہاد خلافت سے انہی کے منقر کردہ ٹالٹوں نے تمام عالمِ اسلام کے مشورہ سے خلافت سے معزول کر دیا تھا۔

۱۰ جنگِ نبین کے بعد سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ بلکہ تمام امت کے مشورہ سے فیصلہ ہوا کہ اس جھگڑے کے تصفیہ کے لئے دو حکم تجویز کیے جائیں۔ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے سیدنا عمرؓ بن العاص اور سیدنا علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ حکم منقر ہوئے۔ ہر دو نے پورے چھ ماہ غور و خوض کے بعد متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ سیدنا علیؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ اس موقع پر فریقین کی طرف سے چار چار سو منتخب افراد موجود تھے۔ اور لطف یہ کہ مزید بن شعبہ جو سیدنا علیؓ کی طرف سے حکم منقر ہوئے تھے وہ آپ کے بھتیج داماد تھے۔ دوسری بات یہ کہ معاملہ زیر بحث سیدنا علیؓ کی خلافت کا تھا کہ انہیں بحال رکھا جائے یا انہیں معزول کر کے نئے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے۔

سیدنا معاویہؓ کی پوزیشن ایک صوبہ کے عامل کی تھی۔ ان کا عزل یا اپنے صوبہ پر عامل رہنا خلیفہ وقت کے اختیار میں تھا۔ نہ کہ حکمین کے اختیار میں۔ اور پھر ہمیں کسی تاریخ میں سے اس قسم کا ایک ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ کہ آپ مدعی خلافت تھے۔ سیدنا علیؓ سے آپ کا اختلاف صرف اس بات پر تھا کہ تاہلین عثمانؓ سے قصاص لیا جائے۔ سیدہ صدیقہؓ کا اثبات کے بعد سیدنا عثمانؓ کے ولی الدم آپ ہی تھے۔ سیدنا علیؓ کو صفین کے پسی کے بعد خود معلوم ہو گیا تھا انہ لایملاک ابداء کہ وہ کبھی حکمران نہیں ہو سکیں گے۔ بلکہ آپ نے سیدنا معاویہؓ کا خلافت کے متعلق واضح طور پر فرما دیا تھا کہ معاویہؓ کی امارت سے کراہت نہ کرنا۔ قسم بخدا اگر تم نے انہیں بھی گنوا دیا تو دیکھتا کہ کندھوں سے سر حنظل کی طرح کٹ کٹ کر گرے۔



# سیدنا حسن کی خلافت

سیدنا علیؑ شہادت کے وقت سیاسی زبان میں ایک معزول خلیفہ تھے۔ اس صورت میں سیدنا حسنؑ کی ششماہی خلافت کو کبھی ایک قسم کا عبوری دور ہی کہا جائے گا۔ اول تو سیدنا علیؑ اس بات کے مجاز ہی نہ تھے کہ معزول ہونے کے بعد وہ کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما سکیں اور پھر اس قسم کے شواہد بھی نشہ معنی ہیں جن میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے کہ سیدنا علیؑ نے آخری وقت سیدنا حسنؑ کی خلافت کے لئے وصیت فرمائی تھی۔

چنانچہ مشہور شیعہ محقق ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ جب اکیسویں ماہ مبارک کے مضان کی ہوئی حضرت علیؑ نے اپنے فرزندوں اور اہل بیت کو جمع کر کے فرمایا۔ خدا مبری جانب سے تم پر خلیفہ ہے۔ وہی خلیفہ ہے اور وہ نیک و کبیر ہے۔

(جلاء العین جلد اول صفحہ ۲۸۵ سطر ۱-۲)

چونکہ سیدنا علیؑ کی شہادت کے بعد نصف عالم اسلام ایک خلا کا شکار ہو گیا تھا۔ اور موقع پر اس مرتبہ و مقام کا کوئی دوسرا شخص بھی موجود نہ تھا اس لئے سیدنا حسنؑ زمام کار اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور اس نام نہاد خلافت کا بوجھ اٹھانے کی ایک اور وجہ بھی تھی۔

ایک طرف آپ کے سمع مبارک تک اپنے متعلق یہ بات پہنچ چکی تھی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کا سبب بنے گا۔ اور دوسری آپ تک نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کی آواز بھی پہنچ چکی تھی کہ لا تذهب الیام وادیالی حتی یملاک معاویہ۔ یعنی ایک نہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ معاویہ بادشاہ بن جائیں گے پھر آپ کے سامنے اپنے گرامی قدر والد کی اس وصیت کے الفاظ بھی تھے کہ بیٹا! تم معاویہ کی حکومت سے نفرت نہ کرنا۔



# کیا سیدنا حسن بھی نام اہلِ خلیفہ تھے؟

یہ وہ عنوان ہے جس کی طرف آج تک کسی مورخ نے توجہ نہ دی بلکہ اس عنوان کو ہر مورخ سرسری طور پر نظر انداز کرتے ہوئے آپ کی خلافت کو بھی ایک قسم کا عبوری دور کہتے ہوئے گذر گیا۔ مگر ایک لحاظ سے آپ کو مسلم خلیفہ کہنا بھی بے جا نہیں۔

۱- چونکہ آپ کی خلافت کے خلاف تمام عالم اسلام میں کسی ایک مقام سے بھی کوئی آواز نہ اٹھائی گئی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کو زمام خلافت سنبھالنے ہی اس قسم کی آوازیں ہر چار اطراف سے سننا پڑی تھیں کہ یہ خلافت قاتلینِ سیدنا ذوالنورینؓ کی جھٹہ بندی سے معرضِ وجود میں آئی ہے۔

۲- آپ نے حصولِ خلافت کے لئے خود کوئی کوشش نہ کی بلکہ موجود افراد نے جن میں صحابہ کرامؓ بھی موجود تھے۔ خلیفہ منتخب کیا۔

## سیدنا حسنؓ نامعاویہ کے خونی امورِ خلافت سے دستبردار ہو گئے

سیدنا حسنؓ اگر مذاہب پر قائم رہنا چاہتے تو سیدنا معاویہؓ یقیناً ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لیتے۔ مگر سیدنا حسنؓ کے پیش نظر نبی علیہ السلام کی وہ بشارتیں موجود تھیں جو گذشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں۔ آپ کے لئے سیدنا معاویہؓ کے حق میں امورِ خلافت سے دستبردار ہونا بھی آسان تھا۔ آپ خوب جانتے تھے کہ سببِ بانیِ فتنہ ہمدانوں کے گھبراؤ سے نکل کر امورِ خلافت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کرنے کے راستہ میں کئی مشکلات ہیں۔ آپ نے پہلے اس امر کے لئے فضا سازگار کرنا شروع کی۔ چنانچہ مجلسی کا کہنا ہے کہ جلد جلد لوگ امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اور امام حسنؓ نے ان سے شرط لی کہ جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو اور جس



سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو۔ ان لوگوں نے قبول کیا (از ترجمہ جلاء العینون صفحہ ۳۲۳) گویا امر خلافت کے انعقاد کے وقت ہی آپ اس بات کا ارادہ کئے ہوئے تھے کہ میں اس ذمہ داری سے سیدنا معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو جاؤں گا۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ تحقیق میں بعد حمد و نعت خدا امید رکھتا ہوں کہ اس خلق پر بہترین خیر خواہ ترین مردم ہوں اور کسی مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں اور کسی طرف سے میرے دل میں ارادہ بدی نہیں اور مسلمانوں کی جمعیت کو پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں۔ اور جو صلاح تم اپنے حق میں بہتر جانتے ہو۔ اس سے بہتر جانتا ہوں۔ پس لازم ہے کہ میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور میری رائے کو اپنے حق میں رد نہ کرو (از ترجمہ جلاء العینون جلد ۱ صفحہ ۳۲۵) ان تصریحات سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ خوب جانتے تھے کہ امر خلافت سے دستبرداری پر یہ لوگ شاید صرف مخالفت پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ ہو سکتا ہے کہ مجھ پر حملہ آور بھی ہو جائیں۔ آپ کا یہ قیاس سو فی صدی درست نکلا۔

گردہ سبائیہ نے آپ پر زور ڈالنا شروع کر دیا کہ معاویہؓ سے فوراً جنگ شروع کی جائے۔ حالانکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ معاویہؓ سے ٹکر لے کر سیدنا علیؓ ہائیرا نہیں ہو سکے۔ تو موجودہ حالات میں یہ پیش قدمی ہمارے بس کا روگ نہیں مگر انہیں فتح یا کامرانی سے غرض نہ تھی۔ ان کا اصل مقصد وہ غایب تھا کہ

مسلمانوں کو آپس میں لڑا لڑا کر ختم کر دیا جائے  
 تاکہ دین مجوس و یہود سے جو امان معرین دجور  
 میں آچکا ہے حکومت اس کے ہاتھوں میں  
 آجائے۔





# سیدنا حسنؑ نے برضا و رغبت سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی

سیدنا حسنؑ کے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کے محرکات صفحات گذشتہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر الامتہ والسیاستہ کے رفیعی مولف نے نہایت نئے کی بات کہی ہے۔ سیدنا حسنؑ نے ایک موقع پر فرمایا ان بنی کان بجد ثنی الخ میرے والد مجھ سے فرماتے تھے کہ معاویہؓ ضرور خلافت پر فائز ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر ہاٹوں اور درختوں جیسی بڑی قوت سے بھی ان کے مقابل آتے تو وہ ضرور غالب رہتے۔ خدا کی حکمت کو نہ کوئی ٹوٹا سکتا ہے اور نہ اس کا ارادہ پلٹا جاسکتا ہے۔

الامنت والسیاستہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۴

سیدنا علیؑ کو خوب معلوم ہو چکا تھا کہ میرے ارد گرد جو لوگ جمع ہیں یہ میرے سب ناقابل اعتماد اور اسلام دشمن ذہنیتوں کے حامل ہیں۔ اسی لئے بار بار آپ سیدنا حسنؑ کو وصیت فرماتے رہے کہ تمہیں بہ صورت میں سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہوگی۔

**بیعت کس طرح ہوئی** | ملا باقر مجلسی کی زبانی سینے حضرت حسنؑ جب اپنے لشکر کی بے وفائی، سستی اور نفاق پر مطلع ہوئے۔ تو فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ مکار ہو لیکن میں خدا کی حجت تم پر تمام کرنا ہوں۔ لازم ہے کہ کل فلاں موضع میں جمع ہو جاؤ۔ اور بیعت نہ توڑو۔ عقوبت الہی سے ڈرو۔ پس دس روز تک اس مقام پر توقف فرمایا۔ مگر چار ہزار سے زیادہ لوگ آپ کے پاس جمع نہ ہوئے۔ امام حسنؑ مینبر پر اٹھ کر فرمایا مجھے اس گروہ

۱۔ الامتہ والسیاستہ کو ابی عبد اللہ بن مسلم قبۃ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ کی تالیف بیان کیا جاتا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ دینوری کی تالیفات کی فہرست جو ابن ندیم نے کی ہے اس میں الامتہ والسیاستہ کا نام نہیں اور الامتہ والسیاستہ میں بعض واقعات چند مصری علماء سے روایت کئے گئے ہیں۔ حالانکہ دینوری کبھی مصر گئے ہی نہیں۔



سے تعجب ہے جو نہ حیار رکھتے ہیں نہ ایمان۔ تم پر رائے ہو۔ بخدا سو گند معاویہؓ نے جس بات کا میرے قتل پر ضامن ہوا اس پر وہ دفنانہ کرے گا۔ اور میں تمہارے لئے چاہتا تھا کہ دینِ حق کو برپا کروں مگر تم نے میری مدد نہ کی۔ میں تمہارا عیادت کر سکتا ہوں۔

..... جب امام حسنؑ اپنے اصحاب سے بائوس ہوئے تو معاویہؓ کو جواب دیا۔

..... کہ میں چند شرائط پر تمہارے صلح کرتا ہوں۔

رجلاء العیون جلد اول صفحہ ۳۲۶ (۳۲۶)

ملا باقر صاحب تو یہاں حضرت حسنؑ کے ساتھ چار ہزار آدمی بیان کرتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ کی روایت صحیح صورت کو سامنے لاتی ہے۔

..... سیدنا معاویہؓ نے بنو عبدالمطلب سے دو آدمیوں یعنی عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن کعبہ کو سیدنا حسنؑ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان کے سامنے اپنے مطالبات بکھو۔ چنانچہ دونوں صاحب تشریف لائے۔ ملاقات کی۔ گفتگو کی۔ پیغام پہنچایا اور مطالبات پیش کئے۔ حسنؑ بن علیؑ نے فرمایا۔ ہم بنو عبدالمطلب اس مالِ خلافت سے بھر پائے۔ اور اس اُمت نے بے وجہ اپنا خون ضائع کیا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ ان معاویہؓ کی طرف سے پیشکش ہے اور ایسا ایسا مطالبہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کی ضمانت کون دے گا؟ ان دونوں نے کہا۔ ہم اس کے ضامن ہیں۔ چنانچہ حضرت حسنؑ نے جو بھی کہا وہ کہتے گئے۔ ہم اس کے ضامن ہیں۔ اسی طرح انہوں نے صلح کر لی۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے امام حسنؑ کو اکٹھا کر سنیہ سے لکایا۔

اور بیار کر کے کہا۔ یہ میرا فرزند اس اُمت کا بزرگوار ہے اور شاید خدا بیکرت حسنؑ اس اُمت کے دو گرو ہوں میں صلح کرادے۔ (رجلاء العیون صفحہ اول صفحہ ۳۱ سطر ۱-۲)

ملا باقر کے اس قول میں خط کشیدہ الفاظ ان جاہل سنیوں کے منہ پر ایک

زناٹے دار ٹھہر ہے جو سیدنا معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو فتنۃ الباغیہ کہتے ہیں۔

غرضیکہ سیدنا حسنؑ کی سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر سعیتِ خلافت کی جو صورت بھی تھی اس

سے آخری نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار



ہو گئے۔ یہ بیعت ہنزہ جیل کے کمنائے مسکن کے مقام پر بیع الاول امہ میں لکھی گئی۔

اب ایک شیعہ مجتہد اور مورخ کی زبانی سینے : **خلع خلافت کے بعد**

جب حسن بن علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان سے سلح کر لی تو لوگ ان کے پاس گئے اور بعض لوگوں نے ان (حسن) کو معاویہ سے بیعت کر لینے پر ملامت کی تو انہوں نے کہا تمہاری خرابی ہو تم کیا جانو میں نے کیا کام کیا۔ خدا کی قسم میں نے جو کام کیا ہے وہ میرے طرفداروں کے لئے تمام دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے (احتجاج طبرسی)

اس کے بعد یہ غالی مصنف لکھتا ہے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جس کی گردن میں اپنے زمانہ کے کسی گمراہ کی بیعت نہ ہو۔ اس فقرہ کی تشریح و تفسیر کسی شیعہ مجتہد کو ہی معلوم ہو گی کہ تمام معصوم آہیہ کی تمام زندگیاں گمراہوں کی بیعت میں گزریں گے۔  
کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

اب تاریخ اس موڑ پر پہنچ جاتی ہے کہ کس طرح ان ناہنجار اور بد بخت اشقیاء نے سیدنا حسن کو ذلیل و رسوا کیا۔ بلا گویت یا نجار سید کہ اگر ان کا بس چلتا تو وہ آپ کو بھی شہید کر دیتے۔ چنانچہ سید حسین بن احمد بن اسماعیل بن زین العسکری المعروف البراقی جو خاص بخت کے لئے دالے ہیں لکھتے ہیں کہ جب حسن کے لشکر یوں نے بعد خلع خلافت انہیں تنگ کیا تو آپ نے فرمایا تم نے مجھے زخمی کیا، میرا خیمہ لوٹا۔ مجھے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا کرنا۔ اور میرے باپ کو شہید کیا۔ اب مجھے اور کیا کہنا چاہتے ہو۔  
تاریخ کوفہ ج ۱ بحوالہ عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ سر ۱۳۵۵ء تاریخ طبری جلد ۶

صفحہ ۹۲ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۸۷

یعنی سیدنا حسن خوب جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ہی میرے باپ کو شہید کیا ہے۔ اب آگے چل کر یہ مجھ سے کیا سلوک کریں گے

اسے یہاں بھی بتایا گیا ہے۔ اقد کر بلا کے بعد و اشکات شیعہ ان علی کو حسین کا قاتل کہا ہے یہ وہ سیکندرت بن علی نے اپنے خاندان مسیح بن زبیر کے قاتل کو بیعتوں کو مخاطب کر کے کہا تھا قتلتمہ ابی تو جدی دعی و انخی دزوجی تم نے ہی میرے باپ حسین کو مراداد علی کو بے تباہی کو میرے بھائیوں اور میرے خاندان قتل کیا ہے۔ اقلید تمونی صندرة حبیب میں چھوٹی تھی تو تم نے مجھے یتیم کیا اور جب بڑھی تو میری تو بیوہ کیا۔ (تاریخ کوفہ مورخ براق ۲۷۷)



## سیدنا حسن کا خلعِ خلافت اور ان کے لشکری ملا باقر کہتے ہیں کہ امام حسنؑ نے حمد و ثنا ئے الہی فرما کر

معاویہ سے جہاد کا حکم دیا۔ حضرت کے کسی اصحاب نے جواب نہ دیا اس کے بعد عدی بن حاتم منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا۔

بھان اللہ! تم لوگ کیا فرقہ ناہنجار ہو تم کو فرزند رسول خدا جہاد کا حکم فرماتے ہیں اور تم قبول نہیں کرتے کیا ہوئے تمہارے شیخ ایاتم لوگ غضبِ خدا سے نہیں ڈرتے۔ اور زنگ و عار سے پرواہ نہیں کرتے۔ یہ سن کر ایک گروہ نے عدی بن حاتم کا ساتھ دیا۔ امام حسنؑ نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو تو جانبِ نجیبہ جہاں میرا لشکر ہے جاؤ۔ اور مجھے معلوم ہے اپنے قول پر وفا نہیں کرو گے۔ جس طرح اس سے وفانہ کی جو مجھ سے بہتر تھا۔ اور میں تمہارے کہنے پر کیوں کراعتقاد کروں۔ حالانکہ میں نے دیکھا جو تم نے پیر کے ہمراہ سلوک کیا۔ یہ فرما کر منبر سے نیچے تشریف لائے اور سوار ہو کر متوجہ لشکر گاہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے جن لوگوں نے انہارا اطاعت کیا تھا۔ اکثر نے اپنے قول پر وفانہ کی۔ اور حاضر نہ ہوئے۔ پس وہاں امام حسنؑ نے خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا مجھے فریب دیا جس طرح تم نے مجھ سے بہتر کو فریب دیا۔ اور نہیں معلوم میرے بعد تم کس امام سے مقابلہ کرو گے (جلد العیون جلد ۱ ص ۳۳۲)

آگے چل کر ملا باقر رقمطراز ہے۔ امام حسنؑ نے فرمایا پس لازم ہے کہ تم میرے حکم کی مخالفت نہ کرو اور میری رائے کو اپنے حق میں رو نہ کرو۔ امید ہے خدا مجھے اور تمہیں بخش دے اور ہمیں تمہیں جس میں اس کی محبت و خوشنودی ہے ہدایت کرے۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا ایک نے دوسرے پر نظر کی اور اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے اور چاہتے ہیں کہ خلافت معاویہ کو دیدی پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور بلوہ کر دیا اور سارا اسباب امام حسنؑ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور ردا دوش مبارک سے اتاری۔ پس امام حسنؑ نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور سوار ہوئے۔ اہل بیت آنحضرتؑ نے گھوڑے شیعوں کے



ہمراہ حضرت کو بیچ میں لے لیا اور جب سا باط مدائن میں پہنچے جراح بن سنان اسد شقی نے لگام اسپ، آنحضرت سے بکڑی اور ایک خیران مبارک پر مارا۔ کہ آتھوان تک شکاوت ہو گیا اور برداشت دیگر پہلو پر خنجر مارا۔ پس ملازمان و موایمان دوستان امام نے اس ملعون کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ اور حضرت کو عماری میں بٹھا کر مدائن لے گئے اور سعد بن مسعود ثقفی کے گھر میں کہ وہ حضرت کی طرف سے والی مدائن تھا نزول اجلال فرمایا۔ اور وہ مختار کا چچا تھا۔ پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہا چلو امام حسن کو ہم معاویہ کو دیدیں شاید معاویہ اس کے عوض میں ہم کو ولایت دیدے۔ سعد نے کہا تیرا بڑا ہوتو کیا بکتاہے۔ میں امام حسن اور مختار پدربزرگوار کی طرف سے مدائن کا حاکم ہوں۔۔۔۔!

۱۔ مختار ثقفی جس نے اس مقام پر اپنے چچا کو شورہ دیا کہ سیدنا حسن کو گرفتار کر کے سیدنا معاویہ کے پاس پہنچا دیا جائے شاید اس کے عوض میں ہمیں معاویہ کوئی ولایت دیدے۔ آگے چل کر تاریخ اسلام کے ایک نہایت گھناؤنے کردار کی صورت میں نمودار ہوا۔ مگر شیعہ مختار کو امیر مختار رضی اللہ تعالیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مختار کے متعلق پروڈیوسرائٹ ہارٹ ڈوزمی نے اپنی تالیف تاریخ اندلس میں بڑی تفصیل سے واقعات لکھے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ مختار نہایت چالاک، سفاک، ہوشیار مگر بے اصول آدمی تھا۔ غصہ میں شیر اور مکاری میں دو باہ سے کم نہ تھا۔ کبھی خارجی رہا، کبھی زبیری اور آخر میں شیعہ ہو گیا۔ آزاد سے آزاد جمہوریت کے حامیوں سے لے کر مطلق العنان بادشاہی کے پسند کرنے والوں تک کوئی فریق ایسا نہ تھا جس میں مختار کبھی نہ کبھی شریک رہا ہو۔ اپنے اس تلون سے جس سے لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ اس کے ایمان میں خلل ہے انصاف پر مبنی تہا نے کے لئے اس نے اپنی ہی طبیعت اور مزاج کا ایک خدا بھی ایجاد کر لیا تھا۔ اس کے خدا کی تلون مزاجی کا یہ حال تھا کہ جس بات کا آج خیال یا قصد یا ارادہ یا حکم کیا ہے وہ کل بدل سکتا تھا۔ ایسے خدا کے عجیب اور ہمیل اعتقاد میں ایک بڑا نفع یہ تھا کہ جب مختار اپنی غیب دانی اور باہمی قابلیتوں پسنانہ کرنے لگتا تھا تو کسی کو انسا کی کوئی گنجائش نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ وقوعہ اگر اس کی پیش گوئی کے مطابق نہ آتا تو وہ آسانی سے جواب دیتا تھا کہ خدا نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ مختار نے جتنے سوانگ بھرے بڑی عمدگی سے بھرے لیکن شیحوں کی سرداری کا سوانگ جب بھرا تو اس کی طبیعت اور مزاج کے لئے بہت ہی مرغوب اور موزوں تھا۔ مختار نے جب شکر شام کے مقابلہ پر (باقی اگلے صفحہ پر)



جب شیخانِ امامِ حسن نے یہ کلام سنا تو چاہا کہ مختار کو قتل کر دیں۔ مگر شفاعت عم مختار اس کی تفسیر سے ورگزر کیا۔ پس سعد ایک جراح کو لایا اور زخم کا علاج کیا۔ اکثر روئے لشکر امام نے معاویہ کو لکھا کہ ہم تمہارے مطیع و منقاد ہیں تم جلد عراق پہنچو۔ ہم حسن کو پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیں گے۔

مجھے ملا باقر کے ایسے مزخرفات سے اتفاق نہیں ہے۔ اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ سیدنا حسن نے اپنی باطنی فرست اور بصیرت سے اندازہ لگالیا تھا اور نبی اکرم کے ارشاد اور اپنے والد گرامی قدر کی وصیت کے مطابق وہ اس مقام پر پہنچے تھے کہ اُمت کی کھلائی صرف اس بات میں ہے کہ امورِ خلافت سیدنا معاویہ کے سپرد کر دیئے جائیں۔

دقیقہ ماشہ گذشتہ صفحہ سے آگے) جانے کے لئے اپنے لشکر کو حکم دیا تو ان کے سامنے ایک کرسی لاکر رکھ دی۔ جو کسی بڑھی سے بہت ہی واجب قیمت یعنی دو چار روپے میں خریدی تھی۔ سگر اس کو ریشم سے منڈھ کر یہ بتایا کہ وہ جناب امیرِ السلام کا کرسی ہے اور اس کو پیش کر کے یہ تقریر کی۔

”اے لشکر کے لوگو! یہ کرسی تمہارے حق میں ایسی ہی مبارک ہے جیسے کتابتِ سینہ نبی اسرائیل کے حق میں ہوا تھا۔ اسے لڑائی میں اپنے ساتھ رکھو اور جہاں سے زیادہ کشت و خون ہو وہاں اسے رکھو اور پھر اسے دشمن سے بچاؤ اگر فتح ہو جائے تو سمجھو کہ خدا نے تمہاری مدد کی ہے اور اگر شکست ہو تو سمجھو کہ ہارنا کیونکہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ ایسی صورت میں تم پر ملائکہ کا نزول ہوگا۔ اور تم ملائکہ کو دیکھو گے کہ وہ سپید کپڑوں کی شکل میں اپنے اُرتے ہونگے۔ اصل میں مختار نے چند کپڑے جو کہ کوفہ میں پائے گئے تھے اپنے چند معتبر لوگوں کو جو لشکر کے ساتھ جا رہے تھے یہ کہہ کر دئے تھے کہ اگر لڑائی میں بات بگڑ جائے تو کپڑوں کو چھوڑ دینا۔ مختار جاتا تھا کہ جب ان کپڑوں کو چھڑا گیا تو وہ سیدھے کوفہ واپس آئیں گے۔ اس کے دو ناندے تھے ایک تو اس نے بیسویج رکھا تھا کہ کپڑے آنے پر میں بھاگ نکلوں گا اور دوسرے کہ لشکر کی ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ اگست ۶۶۸۶ میں موصل کے قریب جنگ ہوئی اور ان کا سردار عبید اللہ بن زیاد مارا گیا آخر مختار مصعب بن زبیر کے ہاتھوں قتل ہوا (تفصیل عبرت نامہ اندلس ص ۲۰۳ تا ۲۰۸)

۶۹۰  
راگے چل کر مختار کی اس سنت پر عمل کرنے والے ہزاروں اشخاص پیدا ہوئے (اساس اصول مولفہ دیدار علی مجتہد  
(باقی نکلے صفحہ پر)



عام الجماعت | یہ وہ مبارک سال ہے جس کو متاخرین نے اتحاد و اتفاق کا سال قرار دیا۔ عالم اسلام کا نشست و افتراق ختم ہو گیا۔ بچھڑے ہوئے گلے ملے۔ جہاد کا تپٹ شدہ فریضہ از سر نو ایک نظام کے تحت شروع ہوا۔ اور اس تمام سعادت و خوش بختی کا سہرا صرف ایک واحد شخصیت کے حصے میں آیا جسے تاریخ نواسہ رسولؐ لخت جگر فاطمہؑ، فرزند علیؑ سیدنا حسنؑ کے نام سے جانتی اور

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) کی یہ روایت کہ فرمایا امام جعفر نے کہ میں شتر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں سے لے کر مرزا قادیانی تک اس سنت پر عمل کرنے والے تاریخ کے صفحات میں ہزاروں اشخاص آپ کو نظر آئیں گے۔ اور پاکستان بننے کے بعد ہمارے وہ لیڈر جو آئے روز گرگٹ کی طرح سیاسی پارٹیاں بدلتے چلے آ رہے ہیں سب مختار کی روحانی ذریت ہیں) آج مختار کو حضرت امیر مختار کہنے والوں کی کمی نہیں جن لوگوں نے فاروق اعظمؓ کو شہید کرنے والے مجرمی غلام فروز کو بابا شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا انہوں نے مختار کو سب کچھ جاننے کے باوجود کہ وہ طالبیوں کا جانی دشمن تھا محض اس وجہ سے امیر کا خطاب بخشا کہ اُس نے مسلمانوں کے قتل عام میں اپنی توانائیاں صرف کرنے میں پوری پوری کوشش سے کام لیا۔

مختار کا کل زمانہ حکومت ۱۲ ربيع الاول ۶۶ھ سے ۱۵ رمضان ۶۷ھ یعنی صرف ۱۸ ماہ بھری ہے مگر اس مختصر عرصے میں اُس نے حب اہل بیت کا سوا گنگ بھر کر جو قتل عام کیا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے حالانکہ شیعیت کے مزعموہ آئمہ اُسے ہمیشہ دھتکارتے رہے۔

چھٹے امام حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ مختار حضرت امام زین العابدینؑ سے غلط روایتیں منسوب کرتا تھا (رجال کشی بحوالہ مختار نامہ ص ۳۲۴)

پانچویں امام محمد باقرؑ کہتے ہیں کہ مختار نے زین العابدینؑ کی خدمت میں تحائف بھیجے مگر انہوں نے یہ کہہ کر کہ میں دروغگو کا ہدیہ قبول نہیں کرتا سب تحائف واپس بھیج دیئے (مختار نامہ ص ۳۲۴)

ایک دفعہ مختار نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے مگر آپ نے قبول کرنا نہ کروا سکا اور واپس بھیجنے میں خطوہ محسوس کیا رقم لے کر وطن کو دی مختار کے قتل کے بعد امیر المؤمنین عبد الملک کو مطلع کیا انہوں نے کہا خرچ کر لیجئے (کتاب مختصر شیخ حسن بن سلیمان بحوالہ مختار نامہ ص ۲۴۸)

(باقی اگلے صفحہ پر)



پہچانتی ہے۔ اس بطلِ جلیل اور رجلِ عظیم کے احسانات سے اُمتِ قیامت تک عہدہ  
برآ نہیں ہو سکے گی۔ آپ کے اس عظیم کارنامہ اتحادِ المسلمین کی پھر وہی کیفیت سامنے  
آگئی جو خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں موجود تھی۔

حضرت معاویہؓ اس کے بعد بیس سال تک مسندِ خلافت پر متمکن رہے۔ اور اپنی بے  
نیط فرست بے مثال حسنِ تدبیر سے اندرونِ ملک تمام فتنہ و ازاہ سرگرمیوں کو کچل کر  
رکھ دیا۔ اور بیرونِ ملک جہاد کا ازسرنو انتظام کیا گیا۔ ہر طرف خوشی و انبساط، مریخِ خالی  
اور فارغ البالی کی لہریں دور گئیں۔ امیرِ معاویہؓ اپنے اصولِ حکمرانی، علمِ دکر، عدل و  
انصاف، جو دوسرخا سے رعایا کے محبوب بن گئے۔ مسلمان نسلیں رہتی دنیا تک  
سیدنا حسنؓ اور سیدنا معاویہؓ کی شکر گزار رہیں گی۔

تاریخی صفحات میں سیدنا امیرِ معاویہؓ کو اموی سلطنت کا بانی کہا گیا ہے مگر  
حقیقت یہ ہے کہ سلطنتِ اموی کے بانی اس لحاظ سے سیدنا حسنؓ تھے

## شرائط صلح

مختلف تاریخوں میں شرائطِ صلح کی دفعات و تفصیلات میں اختلاف ہے مگر

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) امام زین العابدین مختار پر لعنت بھیجا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اس نے ہم  
پر اور خدا پر بہتان باندھا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ حضرت جعفر (صادق)  
کہتے ہیں کہ حضرت سید الثقلین حضرت امیر المؤمنین اور حضرت حسینؓ اُسے جہنم میں دیکھیں گے  
ابتدا میں وہ جعفر (صادق) کی امامت کا قائل نہ تھا۔ بلکہ جہنم بن صفوان کے عقیدے پر تھا۔  
جناب امیرؓ کی شہادت پر لوگوں کا خیال تھا کہ مختار بھی ابنِ بلجم کا ساتھی  
ہے اس لئے کوفہ میں ہر نماز کے بعد لوگ اس پر لعنتیں بھیجا کرتے تھے۔

رتلخیص تقریظ سید محمد ابراہیم مجتہد العصر  
بحوالہ مختار نامہ صفحہ ۳۴۹/۳۴۹



دیوری کا بیان قرین قیاس نظر آتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق صلح کی وقت سے  
حسب ذیل تھیں:-

۱۔ کسی عراقی کو محض پرانی عداوت کی بنا پر نہ پکڑا جائے۔

۲۔ بلا استثناء سب کو امان دی جائے۔

۳۔ اہل عراق کی بد زبانوں کو انگیز کیا جائے۔

۴۔ دارا الجبر و کا پورا اخراج حضرت حسنؑ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

۵۔ حضرت حسنؑ کو دو لاکھ سالانہ دیئے جائیں۔

۶۔ وظائف میں بنی ہاشم کو بنی امییر پر ترجیح دی جائے۔

سیدنا امیر معاویہؓ نے اپنے قلم سے یہ اقرار نامہ لکھ کر اکابرین شام کی شہادتیں لکھوا  
کر ادھر کر کے عبید اللہ ابن عباس کے ذریعے حضرت حسنؑ کے پاس بھیج دیا۔ اخبار الطوال  
طبری جس کی تاریخ تضاد بیانیوں کا مجموعہ ہے یہاں بھی متضاد روایتیں بیان کرتا ہے  
پہلی روایت کے مطابق تین شرطیں بیان کرتا ہے۔

۱۔ کوفہ کے بیت المال کا تمام روپیہ حضرت حسنؑ کو دے دیا جائے۔

۲۔ دارا الجبر و کا خراج آپ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

۳۔ حضرت علیؑ پر سب دشتم نہ کیا جائے۔

طبری کی دوسری روایت ہے کہ امیر معاویہؓ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر کر کے  
حضرت حسنؑ کے پاس بھیج دیا تھا کہ آپ جو شرطیں لکھ کر میرے پاس بھیجیں گے  
مجھے منظور ہیں چنانچہ حضرت حسنؑ نے اپنی شرطیں دو گنی کر کے بھیجیں مگر امیر معاویہؓ  
نے قبول نہ کیں۔

طبری کی پہلی روایت کی تیسری شرط صریحاً کذب ہے چونکہ سیدنا علیؑ پر سب  
کی لم سراسر جعلی ہے۔ اور دوسری روایت سرے سے وضعی ہے۔

متاخرین کی بعض کتابوں میں یہ شرط بھی ملتی ہے کہ امیر معاویہؓ کے بعد حضرت حسنؑ  
خلیفہ ہوں گے مگر اس شرط کے خالق وہی لوگ ہیں جنہوں نے آگے چل کر آپ کی وفات کے



متعلق زہرِ ثورانی کا افسانہ تراشا قریب، العہد مورخین کی کسی کتاب میں یہ شرط موجود نہیں یعنی طبری نے باوجود اپنے تشیع کے اسے بیان نہیں کیا۔ اور یعقوبی، مسعودی اور ابن اثیر نے بھی اس شرط کے متعلق کہیں اشارہ تک نہیں کیا۔ یارانِ طریقت نے بہت بعد میں یہ داستان تراشی ہے۔ اگر اس شرط کا کوئی وجود ہوتا تو امیر بیزید کے ولید جمہدی کے چھ سات سالہ دور میں کہیں نہ کہیں سے یہ آواز ضرور پیدا ہوتی اور خصوصی طور پر سیدنا عبد اللہ بن زبیر جن کے نہا نخانہ دل میں حصولِ خلافت کا خیال موجود تھا ضرور کسی موقع پر اس شرط کا اظہار کرتے۔ اور سب سے اہم یہ کہ سیدنا حسینؑ اپنے خروج کے وقت ضرور اسے بیان کرتے۔

سیدنا حسنؑ نے صحیح عام میں زبانی بھی اس صلح نامہ کی تصدیق فرمائی۔

(انبار الطوال ص ۲۳۱/۲۳۲) استیعاب و اسد الغابہ) مگر اس صحیح میں سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ

پر جمعیت کرتے وقت آپ نے بھی اس شرط کا اظہار نہ فرمایا۔ یوں حضور صادق

و مصدوق خاتم المعصومینؑ کے اس ارشاد یعنی الخلافۃ بالمدينة و الملک

بالشام یعنی خلافت نبوت مدینہ میں ہوگی اور خلافت ملوکت شام میں، کی تعبیر پوری ہوئی۔

جب سیدنا معاویہؓ باقاعدہ خلیفہ منتخب ہو گئے

سیدنا معاویہ و حسینؑ | تو ملک میں امن و امان کا دور دورہ شروع ہو گیا۔

مسلمانوں نے اس سال کو عام الجماعة، کا نام دیا۔ سیدنا معاویہؓ کا حضرت حسینؑ

کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ رہا۔ مقررہ وظائف کے علاوہ وقتاً فوقتاً انہیں

گراں قدر عطیات سے نوازا جاتا رہا۔ دونوں بھائی بلاناغہ ہر سال سیدنا معاویہؓ

کی خدمت میں دمشق حاضر ہوتے رہے اور امیر المؤمنینؑ کے ذاتی مہمانوں کی

حیثیت سے ہفتوں وہاں قیام فرماتے رہے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں، جب خلافت معاویہؓ کی قائم ہو گئی تو حسینؑ نے

بھائی حسنؑ کے ساتھ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ ان دونوں بھائیوں کی بہت

زیادہ عزت کرتے، مرجأ کہتے، عطیات سے شاد کام کرتے۔ ایک دفعہ ایک ہی



دن میں انہیں بیس لاکھ درہم عطا کئے (ابدا یہ جلد ۱۵ کا ترجمہ)  
یہی علامہ ابن کثیر زید بن الحباب کی روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حسن بن  
علی معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسا گرانقدر عطیہ دوں گا  
جو مجھ سے پہلے کسی نے کسی کو نہ دیا ہوگا۔ چنانچہ چالیس لاکھ درہم دیئے اور ایک  
بار جب دونوں بھائی دمشق پہنچے تو ہر ایک کو بیس بیس لاکھ کے عطیہ سے شاد کام  
کیا (ابدا یہ جلد ۱۳۷ کا ترجمہ)

منہج البلاغہ کا شارح ابن ابی الحدید لکھتا ہے۔ معاویہ دنیا میں پہلے شخص تھے  
جنہوں نے دس دس لاکھ درہم عطا کئے اور ان کا فرزند زید پہلا شخص ہے جس نے  
اس رقم کو دو گنا کیا اور یہ عطیات علی کے دونوں بیٹوں (حسن و حسین) کو ہر سال  
دس دس لاکھ عطا ہوتے اور اسی طرح بعد اللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر  
کو بھی دیئے جاتے (جلد ۲ صفحہ ۸۲۳)

یہ عطیات سالانہ وظائف کے علاوہ دیئے جاتے جو یا تو خمس اور فے میں سے  
ہوتے یا اس مال میں سے جو ملت کی ضروریات سے زائد ہوتا اور یا خلیفہ اپنے ذاتی  
مال سے دیتے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ امام حسن ایک بار معاویہ کے پاس دمشق گئے اتفاقاً  
اس روز بہت مال و متاع کسی موضع سے اس کے پاس لائے جب فہرست  
معاویہ کو دی۔ معاویہ نے امام حسن کو ویدی (جلد العیون ج اول صفحہ ۳۲۹)  
آگے چل کر مجلسی لکھتا ہے کہ جب معاویہ مدینہ میں آکر مجلس عام میں بیٹھا  
اشراف مدینہ کو بلا یا اور ہر شخص کو پانچ ہزار درہم سے سو ہزار درہم تک اس کی بیعت  
کے مطابق دیئے امام حسن بالکل آخر میں پہنچے معاویہ نے کہا آپ دیر کر کے اس  
وجہ سے آئے کہ مجھے کبھی اور پھیل تبائیں یہ کہہ کر معاویہ نے خزانچی کو حکم دیا  
اب تک میں نے جس قدر تقسیم کیا ہے اس سب کے برابر حسن کو دیا جائے (الغیاث)



## سیدنا حسن کی امویوں کے رشتہ دار ہاں

سیدنا علیؑ کے اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔ یعنی سیدنا حسن کے سترہ بھائی اور اٹھارہ بہنیں تھیں ان میں سے سیدہ رملہ بنت علیؑ سیدنا معاویہؓ ابن مروان کے نکاح میں تھی (جمہرۃ الانساب ابن حزم منہ)۔

سیدنا حسن کی دوسری بہن امیر المومنین عبد الملک بن مروان کے نکاح میں تھی (ابدا یہ ۶۹۰ء)۔ سیدنا حسن کی تیسری بہن سیدہ خدیجہ امیر عامر بن کریم اموی کے فرزند عبد الرحمن کے نکاح میں تھی۔ (جمہرہ ص ۶۸)

آگے چلے سیدنا حسن کی پوتیوں کے متعلق سنئے:-

۱۔ نفیسہ بنت زید بن حسن امیر المومنین ولید بن عبد الملک سے بیابھی گئی تھی۔ افسوس کہ جن لوگوں کو اس نکاح کا اقرار کرنا قبول نہ ہو سکا انہوں نے تزویج کے بجائے خرچت الی الولید یعنی ولید کی طرف بھاگ گئی لکھ کر اپنے خبث باطن کا ثبوت دینے میں شرم محسوس نہ کی۔ لیکن اس کے باوجود زید ولید کے پاس جاتے رہے ایک بار ولید نے زید کو تیس ہزار اشرفیا عطا کیں (عمدۃ الطالب ص ۶۷)

اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ زید اپنی خوشی سے اپنی بیٹی کا نکاح ولید سے کرتے ہیں۔ خود داماد کے پاس جاتے ہیں اور داماد کے عطایات سے لدر واپس آتے ہیں مگر یہ لوگ خرچت الی الولید لکھ کر اپنے خبث باطن کا ثبوت دیتے ہیں مگر ایسے لوگوں سے کیا گلہ جنہوں نے سیدہ ام کلثوم بنت علیؑ کے سیدنا عمرؓ کے ساتھ نکاح پر یہ پھیلتی کسی کسی اولے فرج غصب منار یعنی یہ پہلی شرم گاہ ہے جو ہم سے چھپنی گئی) لاسول ولا قوۃ

معز الدولہ دلیلی جس نے بغداد میں شیعیت کو فروغ دیا اور تعزیر و ماتم کی بنیاد رکھی۔ اس نے جب سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا فاروقؓ اعظم سے سنا



تو بے اختیار کہہ اٹھا۔ ماسمت ہذا قبط (ابدایہ ص ۲۶۲) اور پھر شیعیت سے تائب ہو گیا۔ ورجع الی سنتہ و متابعتها (ابدایہ ص ۲۶۲)

۲۔ زینب بنت حسن مثنیٰ بن حسن کی شادی بھی ولید بن عبد الملک سے ہوئی تھی یہ زینبؑ مرعومہ امام پنجم محمد باقر کی سالی عبد اللہ المحض کی حقیقی بہن تھی حسن مثنیٰ سیدنا ذوالنورینؑ کے نواسی اور سیدنا حسینؑ کے داماد تھے۔ ان کے بھائی بھروسہ بن ابان اور زیندہ بچنے والوں میں سے تھے۔

۳۔ ام تاسم بنت حسن مثنیٰ بن حسن، مروان بن ابان بن عثمانؑ کے نکاح میں تھی۔ مروانؑ کے مرنے کے بعد علیؑ (زین العابدین) کے نکاح میں آئیں۔ مروان سے محمد نامی ایک لڑکا تھا۔ جہرۃ الانساب ابن حزم ص ۳۸ کتاب المجرم ص ۲۸

۴۔ سیدنا حسنؑ کی ایک پوتی معاویہ بن امیر المومنین امیر مروان بن الحکم کے نکاح میں تھی۔ جہرۃ الانساب ابن حزم ص ۵۰ - ۵۱

۵۔ حمادہ بنت حسن مثنیٰ بن حسن اسما عیال بن عبد الملک بن عارث بن حکم کے نکاح میں تھی۔ (ایضاً ص ۵۱)

۶۔ خدیجہ بنت حسین بن حسن حمادہ سے پہلے اسما عیال کے نکاح میں تھی۔ (جہرۃ ص ۵۱)

**ازواج و اولاد** | طبری کہتا ہے کہ ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور نے محمد مہدیؑ کے خردج کو فرو کرنے کے بعد مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ علیؑ خلیفہ ہوئے تو وہ خون میں لت پت ہو گئے یعنی انہیں کے شیعوں نے ان پر یورش کر کے انہیں قتل کر دیا۔ اور ان کے بعد حسنؑ خلیفہ ہوئے مگر وہ اس میدان کے مرد ہی نہ تھے۔ انہیں روپیہ پیش کیا گیا تو وہ خلافت سے دستبردار ہو کر عورتوں سے تمتع کرنے میں مصروف ہو گئے۔

۱۔ یہاں صرف سیدنا حسنؑ کی ان بہنوں اور پوتیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو مختلف اموی شہزادوں کے نکاح میں تھیں۔ مزید تفصیل کے لئے راقم کی تالیف حقیقت مذہب شیعہ دیکھئے جہاں دیگر علوی شہزادیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔



ہو گئے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے ان الفاظ میں جو سوقیانہ پن ہے وہ نطیف، طبائع کے لئے نہایت ناگوار ہے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے یہی کلمات مدائنی کے ان کلمات کی عکاسی کرتے ہیں کہ۔ سیدنا حسنؑ نے نوے نکاح کئے ابن سیرین نے ایک دفعہ بیان کیا کہ آپ نے ایک خاتون سے نکاح کیا تو سو کنبزوں کے ذریعے اُسے روپیہ بھیجا اور ہر کنبز ایک ایک ہزار درہم لے کر گئی۔

(تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۳)

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں خوب بے پر کی اڑائی ہیں۔ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ آپ نے ۱۵۰ عورتوں سے نکاح کئے خود ہی دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ آپ نے ۲۰۰ عورتوں سے نکاح کئے اور یہ نکاح سیدنا علیؑ کی زندگی میں ہوئے۔ بعد کے زمانہ کے متعلق معلوم نہیں۔ چنانچہ ایک بار سیدنا علیؑ نے مینر پر کھڑے ہو کر فرمایا حسنؑ بہت زیادہ طلاق دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہماری لڑکیوں کا ایک رات ان کے ماں رہنا ہمارے لئے موجب شرف ہے (تاریخ اثنا عشریہ تہران ص ۲۰۱ سطر ۱۳۴۴)

ملا صاحب کا کہنا ہے حضرت حسنؑ نے جتنی عورتوں کو طلاق دی تھیں وہ سب ننگے سر آپ کے جنازہ پر روتی بیٹی حاضر ہوئیں شاید انہوں نے اسی انتظار میں نکاح ثانی نہ کئے تھے کہ حسنؑ مرے اور ہم اس کے جنازہ پر بیٹیں مٹوں،

ابن ابی الحدید نے ستر نکاح بیان کئے ہیں پر وقیہ حتیٰ سو لکھتا ہے۔ ملا باقر مجلسی کہتا ہے۔ ابن شہر اشوب نے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے دو سو بچاؤں سے نکاح کیا اور بروایت دیگر تین سو عورتوں سے یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فرزند مطلق ہے الخ (جلاء العیون جلد اول ص ۳۷۷)

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ آپ نے متعدد نکاح کئے مگر اس قسم کی تمام روایات محض افسانوی حیثیت رکھتی ہیں اور عقل سلیم اسے قطعاً تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ سیدنا حسنؑ ایسا عقیل و نہیم، مفکر و مدبر، عبادت و سخاوت کا پیہر



اس قسم کی عیاشیوں کا ارتکاب کرتا۔

اولاد میں آٹھ لڑکوں کے نام ملتے ہیں۔

حسن - زید - عمر - قاسم - ابوبکر - عبدالرحمن - طلحہ - عبید اللہ۔

## توجہ طلب

یہاں ایک بات توجہ طلب ہے۔ آج جو لوگ ابوبکر، عمر، عثمان اور طلحہ کے ناموں سے بدکتے ہیں بلکہ ان کو جیت کر

طاغوت، فحشاء و منکر اور کیا کیا کہتے ہیں اگر ان کے مزعومہ آئمہ کے نزدیک بھی وہ ایسے گنہ گار تھے تو انہوں نے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؑ، سیدنا حسنؑ، سیدنا حسینؑ کے دلوں میں اصحابِ ثلاثہ، عشرہ مبشرہ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کے متعلق بے پناہ محبت و خلوص اور احترام و عقیدت کے جذبات تھے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ان کے تصور میں بھی کبھی اس قسم کا خیال تک نہ آیا ہوگا کہ آئندہ آنے والی نسلیں ہمارا نام لے لے کر خدا کے ان پاکباز بندوں کی شان میں اس طرح گستاخیاں کریں گی صرف واقعہ کر بلا پر غور کیجئے اس میں ۳۶ طالبی موجود تھے جن میں سے سات کے نام اصحابِ ثلاثہ اور سیدنا طلحہ کے ناموں پر تھے۔

۱۔ ابوبکر بن علی۔ ریاض الشہادتین میں ان کا ذکر ہے قاتل عبداللہ بن عبید اللہ تھا۔

۲۔ ابوبکر بن حسن۔ تمقام میں ان کا ذکر ہے۔

۳۔ عمر بن حسن۔ کر بلا میں زندہ پھینکے گئے ۲ سال کے نوجوان تھے (تصویر کر بلا میدان ۸۹)

۴۔ عمر بن علی۔ قاتل کا نام یزید البطحی بیان کیا جاتا ہے۔

۵۔ عمر بن حسین۔ عرصہ تک زندہ رہے۔

۶۔ عثمان بن علی۔ تمقام میں ان کا ذکر ہے۔ قاتل کا نام ترمی بن یزید بیان کیا جاتا ہے۔

۷۔ طلحہ بن حسن۔ عمر پندرہ سال زندہ پھینکے گئے۔ گویا ۳۶ طالبیوں میں سے دو ابوبکر

تین عمر، ایک عثمان اور ایک طلحہ نام لے تھے



اور لطف یہ کہ ابو بکر بن علی کا قاتل عبداللہ، عمر بن علی کا قاتل یزید العلوی اور عثمان بن علی کا قاتل خرمی، تینوں اس وفد میں شامل تھے۔ جو سیدنا حسینؑ کو مکہ سے گھیر کر کربلا لایا تھا۔

**وفات** | سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کے بعد ۹ سال زندہ رہے آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح سن وفات ۴۹ھ ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ کی وفات کی تعزیت کے ضمن میں سیدنا امیر یزیدؑ نے کہا تھا۔ نیز قسطنطنیہ کے جہاویں سیدنا حسینؑ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ جہاد ۴۹ھ میں ہوا۔ اگر سیدنا حسنؑ اس وقت زندہ ہوتے تو ضرور اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہوتے۔ آپ فتح افریقیہ اور فتح ایران و ترکستان میں موجود تھے۔ حالانکہ ان فتوحات کے متعلق حضور خاتم المعصومینؑ کی زبان اقدس سے اس قسم کے کوئی کلمات موجود نہیں جیسا کہ جہاد قسطنطنیہ کے متعلق ”مغفور لہم“ کا ارشاد موجود ہے۔

آج یہ افسانہ زبان زد خواص و عوام ہے کہ سیدنا حسنؑ کو ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تھا۔ اور بعض شیعہ روایتوں میں اس قسم کی حواس باختگیاں بھی موجود ہیں۔

وقال بن سعد سمعہ معاویہ مراراً الا انه كان يقدم اليه الشام هو  
داخراً الحسين (ايقظ انما مئين ولا بحواله تذكره الخواص الاثمة)  
یعنی یہ کوئی ذات شریف ابن سعد فرماتے ہیں کہ حسنؑ کو معاویہؓ نے کئی بار زہر دیا۔ اور حضرت حسنؑ معہ اپنے بھائی حسینؑ کے شام جاتے رہتے تھے۔  
کیا بے تکلی بانگی ہے۔ ہر سال دونوں بھائی ہزاروں میل کا سفر طے کر کے گویا معاویہؓ کے پاس زہر لوش فرلنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور یہ چسکہ اتنا شدید ہو گیا تھا کہ شام جانے سے نہ رکتے تھے۔ اور آخر دوزخا تیز ہو گیا۔ مگر وہ تیز دوزخ بھی شام سے مدینہ تک کے سفر میں انہیں ہلاک نہ کر سکا



جنب مدینہ پہنچے تو اس نے اپنا اثر دکھایا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

مگر تاہم گرتے پڑتے مدینہ پہنچ گئے اور یہاں پہنچ کر

جان بحق ہو گئے۔

خمسہ اقبالیہ ایک اور شیعہ تالیف ہے اس میں ہر قوم ہے۔ بعض کا بیان ہے امام

حسن کو مسموم شربت پلایا گیا۔ اور بعض بتاتے ہیں کہ کسی قسم کی بیماری سے آپ کی وفات

ہوئی۔ چالیس روز تک آپ بیمار رہے مگر یہ روایت صحیح نہیں چنانچہ امام حسن خود اپنے

مرض الموت میں فرماتے تھے ایت السم مرتین وھذا الثلاثہ مجھے دوبار زہر دیا گیا

اور یہ تیسری بار ہے (۱۵۹) بعض روایتوں میں امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ کو ان الفاظ

میں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر انہوں نے بعد کے ذریعہ زہر دلوایا تھا

حالانکہ یہ تمام داستان سرے سے ہی واہی ہے دوسروں کا تو ذکر ہی کیا۔ تاریخ اسلام

حصہ اول عہد رسالت و خلافت راشدہ مؤلفہ شاہ معین الدین ندوی نے اگرچہ سیدہ

جعدہ کو بے گناہ قرار دیکر گویا ایک بڑی حقیقت کا انکشاف کیا ہے مگر زہر خورانی کے

وہ بھی قائل ہیں (۳۸۸) معلوم ہوتا ہے کہ زہر خورانی کی وضعی روایتیں ان لوگوں کے

ذہنوں پر کابوس بن کر سوار ہو چکی ہیں حالانکہ اس قسم کی تمام روایات از قسم خرافات ہیں

اب ہم اس مقام پر سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس زہر خورانی کی داستان

کا خالق کون ہے؟

ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ ابو حنیفہ دینوری متوفی ۲۸۱ھ صاحب البحر متوفی ۲۲۵ھ

ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جس نے تفسیر کی آڑ میں ہزاروں وضعی روایات سے اپنی

تاریخ کو مستحق کیا ہے میں سے کسی ایک نے اپنی کسی تالیف میں زہر خورانی کا اشارہ

تک نہیں کیا۔ ان سے پہلی تالیفات کا ذکر ہی کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چوتھی صدی

ہجری کے راج اول تک کوئی بھی زہر خورانی کی داستان سے واقف نہ تھا۔

سب سے پہلے زہر خورانی کا اہام مسعودی متوفی ۲۶۶ھ کو ہوا مگر اس اہام کے بال و پر

تلاش کرنے کے لئے اسے بڑے ہاتھ پاؤں مارنے پڑے اور جب ہر طرف سے مایوس ہوا



تو اسے لکھنا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ جعدہ نے معاریہ کے ایماء سے حضرت حسن کو زہر دیا تھا۔ اس کا کہا جاتا ہے، کے گوز شتر نے آگے چل کر وہ تعفن پھیلایا کہ یزید عم خویشیگر محقق اور مورخ اس کے تعفن سے تو اس باختر ہو کر وہاں تیار ہی ہانکتا چلا گیا۔ اور نیسے دروں نیسے بروں قسم کے مؤلفین ان خرافات کو اپنی تالیفات میں لکھتے چلے گئے۔ نسبت یہاں تک پہنچی کہ خداوندان دارالمصنّفین ندوہ تک اس پر ایمان لے آئے۔

**زہر خورانی کے منظر کی تحقیق** | زہر خورانی کے سر شہید کے اس کھوج کے بعد اس ہرزہ سرائی کی تخلیقی ضروریات اور ان کے پس منظر کی طرف توجہ ضروری ہے۔

سیدہ جعدہ بنت اشعث قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ سیدنا اشعث قبیلہ کندہ کے قائد تھے اور صحابی تھے اور سیدنا ابو بکر بنو کے بہنوئی تھے۔ جنگ صفین میں اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے سیدنا علی بن کے کپ میں تھے اور ثمالشی کی تجویز کے موید تھے۔ مانگ الا شتر نجوسی جو سیدنا علی بن کے لشکر کا کمانڈر انچیف تھا جنگ جاری رکھنے پر تیار ہوا تھا۔ اسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر صلح ہو گئی تو ہماری خیر نہیں مگر حضرت اشعث کی کوششیں کامیاب ہو گئیں۔ سیدنا اشعث بنی دنا ۴۰ھ میں ہوئی اور قبیلہ کی قیادت محمد بن اشعث کو حاصل ہوئی۔ محمد سیدنا صدیق اکبر کے سگے بھائی تھے (کتاب نب قریش، ص ۲۴)۔

ابھی محمد بن اشعث کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلم بن عقیل کو امان کا وعدہ دے کر گرفتار کرایا تھا۔ قبیلہ کندہ عراق کا زبردست قبیلہ تھا اور سیدنا اشعث کے خاندان کو قدیم الایام سے حاکمانہ اقتدار حاصل تھا۔ ابھی محمد بن اشعث کے فرزند عبد الرحمن نے خلیفہ عبدالملک کے مشہور گورنر حجاج بن یوسف کو کئی شکستیں دیں آخر دیر حجاج کے معرکہ میں شکست کھا کر کابل کی طرف نکل گئے۔

مشہور مستشرق دے نرے قبیلہ کندہ کو شاہی خاندان لکھتا ہے۔

سننے بلبل، القدر، با، کی بیٹی اسے قدیم سپہ سالار کی بہن اس کا تہ بڑ سے



تراندان کی نور نظر کے متعلق اس قدر سو قیامہ اتہام تراشی کو عقل یا ذہن نہیں کر سکتی کہ اس نے  
 سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے خلیفہ کے چکے میں آکر اپنے خاوند کو زہر دیا ہو جو اتہائی  
 شفیق، نیک سیرت، پاک طینت صلح کل مرخجان مریخ اور سلیم القلب شخصیت کا  
 حامل تھا پھر اس بات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا حسنؑ آٹھ نو سال بلاناغہ اپنے  
 بھائی کے ساتھ سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس دمشق جاتے رہے وہاں سیدنا معاویہؓ کا  
 ہاتھ کس نے روک رکھا تھا کہ وہ چوروں کی طرح انہیں زہر دلاتے اور یہ بات بھی توجہ  
 طلب ہے کہ سیدنا حسنؑ سے سیدنا معاویہؓ کو کیا خطرہ لاحق تھا۔ اگر بفرش محال وہ  
 زہر دلاتے بھی تو سیدنا حسینؑ کو دلاتے جن کے متعلق کہیں کہیں سے یہ آوازیں آج  
 بھی سنائی دے رہی ہیں کہ معاہدہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سیدنا معاویہؓ کے  
 بعد خلافت کا حق سیدنا حسینؑ کا ہو گا۔ سیدنا حسینؑ سے تو یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ  
 اس مفروضہ شرط کی زد امیر مزید کی ولیعہدی پر پڑتی تھی۔ اور جو شروع سے ہی  
 سیدنا حسنؑ کی دستبرداری کے مخالف تھے۔

تاریخ النہیس میں ہے کہ آپ چالیس دن بیمار رہ کر فوت ہوئے (جلد ۲ ص ۳۲۶)  
 دیر کی مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ذیابیطیس کا عارضہ تھا  
 آپ نے شہد کا شربت پیا اس سے تکلیف بڑھ گئی اور آپ کی موت واقع ہو گئی  
 حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حسنؑ کو اپنی ماں کا دودھ پینے کا موقع نہ ملا تھا آپ کی  
 پرورش دوسرے دودھ پر ہوئی تھی اس لئے صحت کے لحاظ سے آپ کمزور  
 تھے اور کما حقہ نشوونما نہ پاسکے تھے اور اس پر کثرت سے حرم کی زندگی کے دلدادہ  
 تھے جس کی وجہ سے آپ کو بعض روایات کے مطابق آخری ایام میں سبیل کا عارضہ  
 لاحق ہو گیا تھا۔

زہر خورانی کے گوز شتر یہ علامہ تمنا عمادی اپنی تحقیقی تالیف القصیدۃ الزہرا  
 میں لکھتے ہیں جب سیدنا حسنؑ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو سیبیوں  
 نے چاہا کہ حسنؑ کو قتل کر دیں اور سیدنا حسینؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے شام پر حملہ



کر دی۔ انہوں نے اسی غرض سے سیدنا حسنؑ پر حملہ کیا مگر ناکام رہے۔ حضرت حسنؑ نے یہ بدنہاد گروہ نہایت ناراض تھا۔ سیدنا حسنؑ ان کے ہاتھ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔ اب انہوں نے عجمی غلاموں میں سے چند ہشیار غلاموں کو مدینہ بھیجا جنہوں نے مدینہ پہنچ کر سیدنا حسنؑ کے ایک غلام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ چپکے سے زہر دیدے اور ایسا زہر بہم پہنچایا جس سے فوری موت واقع نہ ہوتی تھی بلکہ مہلک بیماری پیدا ہو کر موت واقع ہوتی تھی۔ زہر کا خیال خود سیدنا حسنؑ نے حسب روایات ظاہر فرمایا۔ درنہ اور لوگوں کا اس طرت خیال نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ یا زیدؓ پر تہمت حد درجے کی خیانتِ نفس ہے اگر انہوں نے زہر دلوانا ہوتا تو سیدنا حسینؑ کو دلواتے، یا عبداللہؓ بن زبیرؓ کو دلواتے جن کے متعلق انہیں وقتاً فوقتاً اطلاعیں ملتی رہتی تھیں کہ وہ کسی وقت بھی خروج کریں گے کوئی بے دین، ملحد، ناخدا ترس، کذاب مورخین نے اپنی خیانتِ نفس سے ان خلفائے رسولؐ پر بہتان باندھا ہے۔ حضرت معاویہؓ و زیدؓ دیکھ رہے تھے کہ فتنے مختلف دروازوں سے جھانک رہے ہیں۔ صرف حضرت حسنؑ ہی کی وجہ سے کسی طرف سے فتنے اٹھنے کا امکان نہیں ہے۔ اگر حسنؑ اٹھ گئے تو فتنے ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے۔ حضرت حسنؑ کی وفات کا دراصل سب سے زیادہ صدمہ کسی کو ہوا تو حضرت معاویہؓ اور امیر زیدؓ کو ہی ہوا۔ جن فتنہ پردازوں کی راہ حضرت حسنؑ کی وجہ سے تھی ان کے سر کے بعد فتنہ پردازوں کی راہ کھل گئی۔ اگر اس تہمت تراشی کے بغیر چارہ کار نہ تھا تو عبداللہؓ بن زبیرؓ کو الزام دیتے (تخنیف القصدۃ الزہراء ص ۱۲۷)

امیر زیدؓ نے سیدنا حسنؑ کی موت پر حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ کے ہاں جن لفظوں میں عیادت کی تھی بقول ابن کثیر وہ نہایت فصیح و مختصر تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

عزاکا لعیادة فصیحة وجیزة شکرة علیہا ابن عباس (البدایہ جلد ۸ ص ۳۸)

۶۹ ہجری میں حضرت ابن عباسؓ امیر معاویہؓ کے پاس دمشق میں مقیم تھے۔ امیر معاویہؓ نے سیدنا حسنؑ کی وفات کی خبر سنا کر حضرت ابن عباسؓ سے تعزیت کی۔ پھر امیر زیدؓ نے ان الفاظ میں تعزیت کی۔



رحمہ اللہ ابا محمد اوسع له الرحمة و اوسعها و اعظم اللہ اجرک  
 و احسن عزاک و عوصدک من مصابک ما هو خیر لک ثواباً و خیر و البقی

(البدایہ جلد ۳۱)

حضرت ابن عباس نے یہ کلمات سُکر امیر زید کا شکر یہ ادا کیا۔ اور امیر زید  
 کی بیعت پر استعجاب کا اظہار کیا۔ سیدنا حسن کی وفات پر امیر زید کے ان کلمات  
 سے دلی رنج اور صدمے کا اظہار ہوتا ہے اگر سیدنا عادیثہ یا امیر زید نے سیدنا  
 حسن کو زہر دلوایا تھا تو وہ کونسی مجبوری تھی جو سیدنا ابن عباس کے سامنے امیر زید  
 کے منہ سے ایسے کلمات کہا رہی تھی۔

گوئیلز کہا کرتا تھا کہ جھوٹ بولو بار بار بولو۔ الفاظ  
 بدل بدل کر بولو۔ اور آخر ایسا وقت آکر رہے گا کہ وہ

سیدنا حسن کی تدفین

جھوٹ ایک حقیقت کے تسلیم کیا جائے گا۔ اور اگر وہ بطور سچ کے تسلیم نہ کیا گیا تب  
 بھی لوگوں کے دلوں میں شک ضرور پیدا ہو جائے گا۔

امہات المؤمنین اور صحابہ کرام کے خلاف یہی ٹیکنیک چودہ سو سال سے دوہرائی  
 جا رہی ہے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے خاصے مدعیان اسلام کا ایک کثیر گروہ دشمنان  
 اسلام کے اس لغو، بے ہودہ اور خرافاتی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اپنی تابلیغات  
 کو اسی خرافاتی دیومالائی داستانوں سے ملوث کئے جا رہے اور بزعم خویش اس  
 بات کا مدعی ہے کہ ہم مورخ ہیں، محقق ہیں، شیخ الحدیث ہیں، شیخ القرآن ہیں  
 غرضیکہ کیا کچھ ہیں۔ اسی قسم کے خرافات سے تیار شدہ داستان سیدنا حسن کی تدفین کے  
 متعلق بھی دوہرائی جا رہی ہے۔ اور سب بڑھ کر ظلم یہ کہ ندوۃ المصنفین، اعظم گڑھ  
 مقام سے جو کچھ اس قسم کی خرافاتی داستانوں کی صورت میں پیش کیا گیا۔ وہ صرف  
 سبائیت کی ترجمانی بلکہ حق و کالت کے فرائض کی ادائیگی کی صورت میں سم قاتل بن کر  
 پورے امت کو سموم کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ کا شکہ ان اصحاب کی نظروں

۱۔ تاریخ اسلام حصہ اول مولفہ شامعین الدین احمد کا ۳۸۹/۳ دیکھئے جس کا دیا چہ سید سلیمان ندوی نے  
 لکھا ہے۔



نزہۃ المجالد، ص ۲۶۸ کی یہ روایت گزری ہوتی۔

”صدیقہ کائنات نے حضور صادق و مہدوق خاتم المعصومین سے آنحضرت کی زندگی میں حضور کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگی۔ مگر آنحضرت نے فرمایا۔

انی لی بذلک من موضح ما فیہ الاموضع قبری دقبر ابی بکر  
وعمر و عیسیٰ بن مرسید۔

”میرے پاس کسی اور کے دفن ہونے کی گنجائش ہی کہاں۔ یہاں تو صرف میرے مزار اور ابوبکرؓ، عمرؓ اور عیسیٰ بن مریمؑ کی قبروں کی جگہ کے سوا اور کسی کی قبر کی جگہ ہی نہیں۔“

اس روایت سے سیدنا حسنؑ کی تدفین کے متعلق وضعی روایات کے علاوہ یہ بھی پابہ ثبوت تک پہنچ گیا کہ حضرات شیخینؑ کی تدفین حجرہ سیدہ صدیقہ کائناتؑ کے حکم الہی ہوئی اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سیدنا حسنؑ کی وفات سے تقریباً چالیس سال پہلے سیدہ فاطمہؑ کا انتقال ہوا تھا۔ اس وقت سیدنا علیؑ بنا عیاشی کے علاوہ ہزاروں صحابیؓ زندہ موجود تھے مگر حضرت سیدہ کو روہم ہی میں دفن کرنے کی کسی طرف سے آواز پیدا نہ ہوئی۔ حالانکہ جن وضعی روایات کے قیمن نے یہ افسانہ تراشا ہے کہ سیدنا حسنؑ کو امویوں نے روہم رسولؑ میں دفن نہ دیا۔۔۔ سیدہ فاطمہؑ کے انتقال کے وقت ان امویوں کو کوئی اختیار و اقتدار مل نہ تھا۔

سب سے اہم ترین بات یہ کہ جس حجرہ کو حضرت صادق و مہدوق کے مزار اور مزارت شیخینؑ کی قبور کی وجہ سے رشک فردوس بری اور ہم پدہ عرش بری ہونے شرف حاصل ہوا وہ سیدہ صدیقہ کائناتؑ کا حجرہ تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنی ازواج مطہراتؑ کو الگ الگ حجرات مرحمت فرمائے تھے۔ اور گویا امہات المؤمنینؑ میں سے حجرہ مقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس زوجہ مطہرہؑ کو مرحمت ہوا تھا وہ انکی ملکیت تھا۔



سیدہ صدیقہ کائنات میں حضراتِ شہین کی تدفین حضرت صدیقہ کی اجازت سے  
 آئی تھی۔ اگر ذرہ توجہ اور غور سے دیکھا جائے تو سیدہ صدیقہ کائنات نے حضراتِ شہین  
 کے لئے اپنے حجرہ میں دفن کرنے کی اگر اجازت دی تھی تو آپ کے سامنے حضرت  
 و مصدوق کا وہ ارشاد تھا جو بحوالہ کتزالاعمال بیان کیا گیا۔ اگر آنحضرتؐ کا یہ ارشاد  
 کے پیش نظر نہ ہوتا تو آپ اپنے حجرہ میں دفن ہونے کی اپنے متعلق وصیت فرماتا  
 الحمد سے لے کر وائناس تک اور موطا امام مالک سے لے کر ابن ماجہ تک  
 کوئی ایک نظیر اس قسم کی سامنے لا کر دکھائیے کہ سوتیلی نانی کی ملکیت جائداد یا  
 کے متعلق کسی سوتیلے نو اسے کو تصرف کا حق یا اس کے متعلق وصیت کرنے  
 حاصل ہوا ہو۔ شاید ندوہ والوں کو کہیں نظر آیا ہو تو الگ بات ہے مگر عالم  
 میں اور کسی کو نظر نہیں آسکا۔ تو سیدنا حسنؑ کی ذات کی طرف اس قسم کے  
 منسوب کرنا کہ مرنے کے بعد مجھے روضہ رسولؐ میں دفن کرنا۔  
 حسنؑ کی ذات اقدس پر بہتان ہے۔ بلکہ اس قسم کی وضعی روایات کے خاتم  
 کی آڑ میں سیدنا حسنؑ کے ذمہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کہ وہ دینی امور سے  
 بے خبر تھے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ملا باقر مجلسی کے اس فیصلہ کن قول کے بعد اس قسم کی  
 خرافات کہ مروانؓ اور عائشہؓ نے حسنؑ کو روضہ نبویؐ میں دفن نہ ہونے دیا۔  
 نظر انداز ہی نہ کیا جاتا بلکہ ایسے افتر پرداز کو علی الاعلان کذاب، ملعون  
 قرار دیا جاتا۔ مگر آج تک اسی کذاب کے کذب کو نص سمجھ کر ہر لکھنوی  
 چلا جا رہا ہے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:- کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے  
 کی ہے کہ جب وقت احتضار امام حسنؑ ہوا امام حسینؑ کو بلایا  
 اور کہا اے برادر گرامی! میں تم کو چند وصیتیں کرتا ہوں  
 تم میری وصیتوں کی حفاظت کرنا۔ جب میں دنیا سے



رحلت کروں مجھے غسل دینا اور میرے تانا رسول کے پاس لے  
جانا کہ ان کی زیارت کروں اور اپنا عہد ان سے تازہ کروں۔  
اور اس کے بعد مجھ کو میری مادر فاطمہ کے پاس لے جانا  
بعد ازاں مجھے قبرستان بقیع میں لے جا کر دفن کرنا۔

(اردو ترجمہ جلاوالعیون جلد اول صفحہ ۳۷ تا ۱۰)

**فہمیل** مشہور شیعہ مترجم قرآن مقبول احمد سورہ اطلے کی آیت نمبر ۵۵ کے  
کلمات مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے:-

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ لطف جب  
رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدائے تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے  
کہ وہ اس مٹی میں سے جس میں یہ شخص دفن ہونے والا ہے تھوڑی  
سی مٹی لے آئے۔ چنانچہ وہ فرشتہ لاکر مٹی میں ملا دیتا ہے اور  
اس شخص کا دل ہمیشہ اسی مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے جب  
تاک کہ اس میں دفن نہ ہو جائے۔

اس مقام پر اس خرافاتی مخلوق کی ذہنیوں پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے  
یہ طرف تو اس بات کے مدعی ہیں کہ آئمہ رب اللوح والقلم تھے۔ آئمہ ماکان  
ایکون کے علوم کے حامل تھے۔ پھر ان کے ایسے مفروضہ امام کے متعلق کیا کہا جا  
تا ہے جو سب کچھ جانتے کے باوجود کہ میرا خیر کس مقام کی مٹی کا ہے پھر بھی  
تے وقت یہ وصیت کرتا ہے کہ مجھے سو تیلی نانی کے ملوکہ حجرہ میں دفن کرنا۔  
سوتیلی نانی کی وراثت کا وہ نانی کے مرنے کے بعد بھی حصہ دار نہیں ٹھہرتا۔  
چاہے نانی ابھی زندہ ہو رہے ہو۔

حقیقت یہ ہے محسن اسلام سیدنا حسنؑ وفات کے وقت اس قسم کی کوئی  
بیت نہیں فرمائی کہ مجھے حجرہ سیدہ کاٹھنا میں دفن کرنا اور بقول ملا یا قرمبلی  
بیت البقیع میں دفن کرنے کی وصیت کا اکلنت کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ چونکہ



یہ ایک معلوم حقیقت تھی کہ تمام صحابہ کرام جنبت البقیع میں دفن ہوتے تھے۔ ہاں آپ ایسی کوئی وصیت فرماتے تو وہ یہ ہوتی کہ مجھے اپنی والدہ سیدہ فاطمہؓ کی قبر پاس دفن کرنا مگر آپ نے اس قسم کی وصیت شاید اس لئے نہ کی سیدہ فاطمہؓ کے متعلق کسی کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۱۷ کتاب المغازی باب جناب خیر میں سیدہ صدیقاؓ کا بیات حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا تو ان کے علیؓ نے بوقت شب (ان کو) دفن کر دیا اور کسی کو خبر نہ کی اور خود ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

سیدہ فاطمہؓ کی وفات ایک جمعہ ہے۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ اسی رات کو جناب امیر نے فاطمہؓ کو دفن کر دیا اور جناب امیر نے گرد قبر جناب فاطمہؓ سات قبریں اور بنائیں اس لئے کہ کو جانے کہ قبر جناب فاطمہؓ کونسی ہے اور روایت دیگر چالیس قبروں پر بانی چھڑکا اس لئے کہ قبر فاطمہؓ مشتبہ ہو جائے اور روایت دیگر قبر جناب فاطمہؓ کو زمین کے ہموار کر دیا کہ علامت قبر نہ ہو اور یہ اس لئے تھا کہ منافقین و اشقیائے امت قبر آنحضرتؐ کو نہ جان سکیں (اردو جلاوالعبور) ملا باقر کی یہ تک کہ منافقین و اشقیائے امت قبر آنحضرتؐ کو نہ جان سکیں) اپنے اندر کتنی سموتے ہوئے ہے حالانکہ سیدہ فاطمہؓ کی وجہ سے بموجب روایت امام بخاری حضرت علیؓ کی آبرو تھی۔ سیدہ فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کرنے کے متعلق خلیفہ منصور عباسی نے محمد الارقط خط کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے خط و کتابت تمام مورخین نے تسلیم کی ہے جو تمام کی تمام تعلیوں اور نسلی تفاخر کا پلندہ ہے منصور عباسی کے خط کے بعض فقرات میں کہیں کہیں سا اختلاف ہے چنانچہ منصور عباسی لکھتا ہے علیؓ نے خلافت کے لئے ہر پہلو اور ہر طرح کی اور فاطمہؓ کو بھی اس کے لئے باہر نکالا پھر جب وہ بیمار پڑی تو ان کی بیماری کی اطلاع کی اور خفیہ طور سے رات کو دفن کر دیا۔

تاریخ ابن خلدون کے حصہ سوم کے حاشیہ ص ۶۵ پر بحوالہ تاریخ کامل ابن اثیر یہ ہے پھر درپردہ فاطمہؓ کو بیمار کیا اور رات کے وقت ان کو دفن کر دیا (سیرت علیؓ مرتبہ محمد یوسف ص ۱۷۱)



## فضائل و مناقب

**فضل و کمال** | نبی اکرمؐ کی وفات کے وقت آپ کی عمر جیسا کہ گذشتہ صفحہ میں بیان ہو چکا ہے ۳-۴ سال تھی۔ آپ صحابہ کرامؓ کی نظروں میں نبی علیہ السلام کے محبوب نواسے تھے۔ جس طرف آپ کا گذر ہوتا ہوگا صحابہ کرامؓ آپ کے راستے میں آنکھیں بچھا دیتے ہوں گے۔ گھر پر سیدنا علیؓ جیسا مجمع العلم باپ، مسجد نبویؐ میں اکابر صحابہؓ کی تربیت، راستوں اور شاہراہوں میں محبت و خلوص کے مظاہرے۔ ان سب نے مل کر آپ کی تعلیم و تربیت پر کافی گہرے نقش ثبت کئے تھے۔ سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا علیؓ کے گھر میں مناقشات نے بچپن میں ہی آپ کے ذہن میں اچھائی، برائی کے سوچنے سمجھنے کا مادہ پیدا کر دیا تھا۔

خطابت میں آپ کو کوئی امتیازی کمال حاصل نہ تھا البتہ طبیعت کی مناسبت سے آپ کے خطبات میں متانت، سنجیدگی اور نپود مواعظت کے جواہر ریزے بکثرت ہوتے تھے۔ شاعری سے بھی ذوق تھا۔ چنانچہ کتاب العمده میں ابن رشید نے آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔

**فضائل خلاق** : آپ کی تمام زندگی نبی علیہ السلام کے حسن اخلاق کی مجسم تصویر کی صورت میں گزری۔

**استغناء** : آپ کے استغناء کا اس سے بڑھ کر کما ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ نے خلافت جیسے جلیل القدر منصب کو جس کے لیے سیدنا علیؓ جیسے عظیم الشان نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہانے سے دریغ نہ کی، بہ یک جنبش پاٹھکر دیا۔

**حلم** : صبر و تحمل اور حلم و بردباری میں آپ کے مثیل تاریخی دنیا میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ آپ کی زبان کبھی کسی تلخ یا درشت کلمہ سے آلودہ نہ ہوئی۔ اگر کسی وقت کسی ناگوار امر سے غصہ ناگزیر ہو جاتا تو صرف اس قدر زبان سے نکلتا "رغف الغد" یعنی اس کی ناک خاک آلودہ ہو (یعقوبی جلد ۲ ص ۲۶۹)



خلافت سے دستبرداری کے بعد سیدنا علیؑ کے تربیت یافتہ مادر پدر آزاد، فطرت  
بدنہاد، بدکردار ٹمبیوں نے آپ کو رُو در رُو مدل المؤمنین کہا، ننگ مسبین کہا، آپ  
کو زخمی کیا۔ آپ کے نیچے سے جائے نماز کھینچ لی آپ کو کھینچ کر گھوڑے سے اتار  
لیا۔ آپ کو گرفتار کر کے سیدنا معاویہؓ کے پاس بھیجنے کی تمکین سوچیں مگر حلم و وقار  
کے اس کوہ پیکر محسن اسلام کی زبان سے اگر کسی وقت کوئی لفظ نکلا تو صرف  
اس قدر کہ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا، البتہ حکومت کے لئے ان کی خونریزی  
پسند نہیں کی۔

**عبادت:** اللہ تعالیٰ کی عبادت تمام عمر آپ کا محبوب مشغلہ رہا۔ ابن عساکر کی  
روایت ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک آپ مصلے پر رہتے پھر ٹمک  
لگا کر بیٹھ جاتے اور مشاقان زیارت کو باریابی کی اجازت مرحمت فرماتے چاشت کی  
نماز ادا فرما کر امہات المطہرات کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے۔ اور پھر گھر سے  
ہو کر مسجد میں تشریف لے جاتے (جلد ۲ ص ۲۰۹) سواری کی موجودگی میں سفر حج پیدل کرتے  
اکثر فرماتے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے سوار ہو کر  
جاؤں (تہذیب الاسماء جلد ۱ ص ۱۵۸)

**قیاضی و سیر شیمی:** ایشیا و قیاضی آل ہاشم کا ایک خصوصی وصف تھا۔ اور یہ وصف  
اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کو وافر مقدار میں ودیعت ہوا تھا۔

اپنی دولت دریادلی سے اللہ کی راہ میں صرف کرتے تھے۔ زندگی میں کبھی کوئی سائل  
آپ کے دروازہ سے محروم نہ گیا۔ عمر میں تین بار اپنے مال کا ادھا ادھا اللہ کی راہ  
میں تقسیم کیا (اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۳) ابن عساکر کا کہنا ہے کہ ایک بار سیدنا علیؑ کا ایک  
دشمن زاد راہ اور سواری کا محتاج ہو کر اہل مدینہ کے سامنے سائل بن کر پہنچا۔ کسی نے  
کہا حسنؑ کے پاس جاؤ۔ سائل یہ بات جانتے کے باوجود کہ حسنؑ اسی علیؑ کا بیٹا ہے  
جس کی مخالفت میں، میں جو کچھ کرتا رہا ہوں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ مگر وہ  
سیدنا حسنؑ کے کردار سے بخوبی واقف تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔



اپنے دونوں چیزوں کا انتظام کر دیا۔ کسی نے پوچھا آپ سزا اپنے والد کے دشمن سے یہ سلوک کیا؟ فرمایا کیا میں اپنی آبرور نہ بچاؤں (جلد ۲ ص ۲۱۴)

ہاں تک حاجت مندوں کی حاجت برآری کے لئے ایک بار اعتکاف کے مقام سے اٹھ کر ایک حاجتمند کی حاجت برآری کے لئے باہر آگئے اور فرمایا میرے نزدیک کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ایک مہینے کے اعتکاف سے بہتر ہے (ابن عساکر جلد ۲ ص ۲۱۴)

**صلاح عقائد** | سیدنا ذوالنورینؑ کے قاتلوں نے جب سیدنا علیؑ کو خلیفہ منتخب کیا اور اجل صحابہ کرامؓ کی اکثریت نے وراثت نشینی اختیار کر لی تو سیدنا علیؑ کی شخصیت کو اونچا کر کے دکھانے کے لئے قاتلین سیدنا ذوالنورینؑ نے سیدنا علیؑ کے متعلق روایات مڑنا شروع کیں۔ سیدنا حسنؑ کے زمانہ تک ان وضعی روایات کا ایک بیار تیار ہو چکا تھا۔ اسی ذخیرہ خرافات کا ایک حصہ کہ علیؑ نے عام نساؤں کی طرح وفات نہیں پائی اور وہ قیام قیامت سے پہلے ظاہر و جائیں گے۔ کے متعلق جب سیدنا حسنؑ کو علم ہوا تو فرمایا یہ سب کذاب ہیں۔ اگر ہم کو اس بات کا علم ہوتا کہ علیؑ عنقریب ظاہر ہوں گے تو ہم ان کی میراث تقسیم ہونے دیتے نہ ان کی بیوگان کا عقد ثانی دینے دیتے۔

(طبقات ابن سعد علی بن حسینؑ)



## آیت میا ہلہ کے متعلق

غلط فہمی، تسامح یا ذہول کی بنا پر غلط بیانیوں پر تحقیقی نظر

گذشتہ صفحات میں بدلائل و شواہد ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم المعصومین کی وفات کے وقت حضرات تسنین کی عمریں بالترتیب تین چار اور دو تین سال کے درمیان تھیں۔

سورہ آل عمران کا زمانہ نزول ۳ ہجری ہے۔ غزوة اُحد ۳ ہجری میں ہوا اور اسی زمانہ میں یہود و نصاریٰ کی ریشہ دو انیاں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پورے عروج پر نظر آتی ہیں سورہ آل عمران میں غزوة اُحد کے ذکر کے ساتھ ساتھ انہی فتنہ انگیز اہل کتاب سے بار بار مخاطب ہے۔ بلکہ حضور خاتم المعصومین کو فرمایا جاتا ہے کہ کافروں سے دلی تعلقات منقطع کر دیجئے۔

اسی زمانہ میں یمن سے ایک عیسائی وفد عبدالمسیح نامی ایک راہب یا پارکی کی قیادت میں حضور خاتم المعصومین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عبدالمسیح ایک عالم آدمی تھا۔ اور اُس نے حضور خاتم المعصومین سے مناظرانہ رنگ میں گفتگو شروع کی مگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف ہے کہ کسی پیغمبر کا ذکر مستقبل میں بطور مناظرند کو رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ایک پیغمبر کو ایسا طریق اختیار کرنے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو فریب، منہاجن کو شمشدر، جبران اور مہموت کرنے والا ہو۔

سے قرآن اٹھ اتارنے کی اس مشیت پر سیدنا ابراہیم کا واقعہ پیش کرتا ہے جب کانر نے یہ فعلی کی کہیں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مارا کر سکتا ہوں تو حضرت ابراہیم سے زندگی اور مرتبہ پر مناظرانہ رنگ میں فلسفہ پیش کرنے کے بجائے ایک درباری نے اختیار کرنے پر۔ فرمایا میرا رب مشرق سے سورت نکالتا ہے تو اُسے تریب سے نکال کر دکھاتا تو کانر یہ سن کر مہموت رہ گیا۔



سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۷۱ سے یہی صورت سامنے آتی ہے جسے آیتِ مباہلہ کہا جاتا ہے۔ فَمَنْ حَاجَّكَ . . . . . كُنْتُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ

ترجمہ:- پھر اگر یہ لوگ عیبیٰ کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقتِ حال تو معلوم ہو ہی چکی ہے تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ اور ہم خود بھی آئیں تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق ز اللہ تعالیٰ سے دعا و التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

عیسائی وفد کو یہ ایک جلیخ تھا کہ تم اپنے بیٹوں، اپنی عورتوں اور اپنے مردوں کو بلاؤ۔ پھر ہم بھی اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اور اپنے مردوں کو بلائیں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں لعنت کے لئے التجا کریں اس مقام پر چند صورتیں قابلِ توجہ ہیں۔

۱۔ کیا عیسائی وفد کے ہمراہ ان کے لڑکے اور ان کی عورتیں تھیں۔ کہ آیت مذکورہ میں بیٹوں اور عورتوں کو مقامِ مباہلہ پر حاضر کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یا انہیں اپنے گھروں سے طلب کرنا مقصود تھا۔

۲۔ کیا وہ گھر سے نکلے ہوئے اپنے تمام زیر کفالت کنبہ کو لے کر چلے گئے۔ یہاں جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ آپ حدیث کا تمام کتابیں کھنگالی ڈالئے تواریخ و اسیر کے تمام کونے کھدرے تلاش کر لیجئے آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا کہ عیسائیوں کے ساتھ لڑکے یا عورتیں موجود تھیں۔

پھر یہ کیا تک بازی ہے کہ عیسائی وفد شرائطِ مباہلہ پوری کرنے کی حیثیت میں ہی نہیں اور حضور خاتم المعصومینؑ فوراً سیدنا علیؑ سیدہ فاطمہؑ اور حضراتِ حسنینؑ رجن کا وجود ہی ابھی منصفہ شہود پر نہیں آیا تھا کو طلب فرماتے کا حکم فرمادیتے ہیں کیا ایسا کہنے والوں کو اپنی اس



حواس یا تنگی کا علم نہ ہو سکا کہ حضور خاتم المعصومین کی ذات اقدس کے متعلق ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ گویا فریق مقدمہ ابھی تو اسیات کے لئے اظہارِ آمادگی ہی نہیں کرتا اور نہ ہی وہ شرائط مباحلہ پوری کرنے کی حیثیت میں ہے مگر حضور صادق و مصدوق اکیلے کا نٹے سے لیس ہو کر میدانِ مباحلہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ ناوک تے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ ہیں۔ یا للعجب

۳۔ حضراتِ حسنین کی نسبت حضور خاتم المعصومین کے دوسرے لوگوں سے تو اسبیاں یعنی سیدہ زینب کی اولاد یعنی سیدنا علی بن سیدنا ابی العاصی جو فتح مکہ کے روز آنحضرت کے روایت تھے، اور سیدہ امائمہ جنہیں آنحضرت نے محبوب ترین اولاد فرمایا تھا (اور نماز کے وقت انہیں کندھوں پر بٹھا لیا کرتے تھے) انہیں طلب نہیں فرماتے نیز سیدہ رقیہ الزہراء کے بیٹے سیدنا عبداللہ جو سیدہ امائمہ سے بھی عمر میں بڑے تھے۔ مگر انہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب نہیں فرماتے۔ صرف حضراتِ حسنین کو طلب فرماتے ہیں اس روایت کے کذب پر واضح دلیل ہے۔ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مباحلہ کا واقعہ ۸-۹ ہجری سے تعلق رکھتا ہے تو اس وقت سیدنا حسن ابھی عالم شیر خوارگی میں تھے۔ اور سیدنا حسین ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے شرفِ مباحلہ کا تاج ان کے سروں پر رکھنے کے لئے ان کے سنین ولادت کو مقدم کر کے دکھانے کی کوششیں کی گئی ہیں مگر اس روایت کا حواسِ باختمہ خالق پھر بھی پٹری سے اتر گیا ہے یعنی سیدہ ام کلثوم جو سیدہ فاطمہ کی سب سے بڑی اولاد تھی اور سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمہ کو بھی نظر انداز کر گیا شاید اس لئے کہ سیدہ ام کلثوم کو سیدہ فاروق اعظم کی زوجیت کا شرف حاصل تھا اور سیدہ زینب واقعہ کربلا کے بعد اپنے سونیلے داماد امیر زید کے پاس



و مشق میں مقیم ہو گئی تھیں۔ بلکہ بعض کا خیال ہے کہ سیدہ ام محمد یعنی امیر  
 زینب کی بیوی سیدہ زینب کی سوتیلی بیٹی نہ تھیں بلکہ حقیقی بیٹی تھیں۔  
 ۴۔ آیت مباہلہ میں تمام صلیغ جمع کے ہیں۔ ابناءنا۔ نساءنا۔ انفسنا  
 مگر اس منسوب اعلیٰ الرسول قول سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ حضور م  
 خاتم المعصومین نے صرف علیؑ، فاطمہؑ اور حسینؑ کو بلانے کا حکم دیا تھا  
 یا بلایا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابناءنا مگر حضور خاتم المعصومین سیدنا علی بن  
 سیدنا ابی العاصمؑ اور سیدنا عبداللہ بن سیدنا ذوالنورینؑ کو نظر انداز  
 کر کے صرف حسینؑ کو بلاتے ہیں۔

کتنی کستم ظریفی ہے کہ کسی مجہول کذاب داستان گو کے کذب کو کس سادگی  
 سے مسلمانوں کے مذہبی لٹریچر میں دوہرایا جا رہا ہے اور یہ خیال نہیں کیا  
 جاتا کہ اس کذب کا نشانہ کس عظیم ذات کو بنایا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نساءنا فرماتا ہے مگر ہمارے ”معروف معنون“ میں مولانا  
 اس کذاب داستان گو کے طابق النعل بالنعل صرف سیدہ فاطمہؑ کا  
 نام لکھتے ہوئے یہ کھجول جانتے ہیں کہ ہم غیر شعوری طور پر کس طرح حضور  
 خاتم المعصومین کی ذات اقدس پر حملہ آور ہونے کے جرم کا ارتکاب  
 کر رہے ہیں۔ گویا نساءنا میں نہ تو ائمہات المؤمنین شامل ہیں اور  
 نہ سیدہ زینبؑ اور سیدہ ام کلثومؑ اور اگر واقعہ مباہلہ کو ۲ ہجری کا واقعہ  
 تسلیم نہ کیا جائے اور ۸-۹ ہجری ہی تسلیم کیا جائے اور سیدہ زینبؑ  
 کی وفات کو تسلیم کیا جائے تب بھی سیدہ ام کلثومؑ ابھی زندہ تھیں۔

۵۔ یہ صورت واقعہ کا ایک رخ تھا۔ اصل صورت یہ ہے کہ اگر عیساؑ وفد  
 مباہلہ کے لئے آمادہ ہو جاتا تو حضور خاتم المعصومین ایسے اہم موقع پر  
 اپنی روحانی ذریت یعنی تمام صحابہ کرامؓ کو اور خصوصی طور پر ان اصحابؓ



کو جنہیں وقتاً فوقتاً آپ منا اهل البیت فرماتے رہے اور تمام امہات المؤمنین کو طلب فرمانے کا حکم صادر فرماتے۔ ان سب میں سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کے علاوہ سیدہ زینبؑ، سیدہ ام کلثومؑ اور ان کی اولاد بھی ہوتی تھی۔ مگر عیسائی وفد کے سامنے جو یہی حضور خاتم المعصومینؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی بقول ابن ہشام عیسائیوں نے ایک رات کی مہلت طلب کی اور دوسرے دن انہوں نے حضور خاتم المعصومینؑ کی فرمودہ شرائط کے مطابق صلح کر لی۔ اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ مہاہلہ سرے سے ہوا ہی نہیں جب آیت مہاہلہ کا نزول ہوتا ہے۔ عیسائی وفد کے ارکان سنتے ہیں اور ایک شب کی مہلت طلب کرتے ہیں اور دوسرے دن شرائط صلح پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ عیسائی وفد مہاہلہ کے لئے تیار ہی نہیں ہوا حضور خاتم المعصومینؑ کے متعلق یہ کہنا کہ آنحضرت نے فلاں فلاں کو طلب فرمایا تھا بلکہ انہیں طلب فرما کر ایک چادر سے ڈھانپ لیا تھا اور اس واقعہ کو حدیث کساء کا نام بھی دیا جاتا ہے، کتنی ڈھٹائی، سینہ زوری اور کذب پر مشتمل داستان سرائی ہے۔

درایت کی روشنی میں آیت مہاہلہ کے ضمن میں جو خیال آفرینیاں کی گئی ہیں وہ سراسر عجیب ٹکسال میں گھڑی گئی ہیں۔

آیت مہاہلہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ حدیث کساء وغیرہ کی قسم کی روایات سراسر کذب پر مبنی ہیں۔

### چند سوالات

ان لوگوں سے جن کا عقیدہ ہے کہ سیدنا حسنؑ ان کے مزعومہ دوازدہ ائمہ میں سے دوسرے امام تھے اور سیدنا معاویہؓ غاصب تھے۔

- ۱۔ امام حق سے کیا مراد ہے قرآن یا اصول اربعہ کی روشنی میں امام حق کی تعریف کیلئے؟
- ۲۔ سیدنا حسنؑ اگر امام حق تھے تو انہوں نے سیدنا معاویہؓ کے پیروں کے محرابے برادر خود ان کے



ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟

- ۳۔ کیا ایک امام حق کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی غاصب کے ہاتھ پر بیعت کرے۔
- ۴۔ سیدنا حسنؑ مع اپنے برادرِ خورد سیدنا حسینؑ ساٹھ سال تک کیوں ایک غاصب حکمران سے وصال، عطیات حاصل کرتے رہے؟ کیا یہ تعدادِ علی الاشم والعدوان تھیں؟
- ۵۔ سیدنا حسنؑ کی کتنی ہمیشہ زادگان اور پوتیاں اس غاصب حکمران کے بیٹوں، بستیوں اور دیگر رشتہ راروں کے نکاح میں تھیں۔ اور دیگر آئیمہ کی کتنی بہنیں اور بیٹیاں غاصب حکمران کے خاندان میں بیاہی گئیں؟

- ۶۔ اگر سیدنا حسنؑ یا دیگر مزمومہ آئیمہ مجبوراً غاصب حکمران کے خاندان میں اپنی لڑکیاں دے رہے تو قرآنی حکم کے تحت انہوں نے اس ملک سے ہجرت کر کے اپنا ایمان کیوں نہ بچایا؟
- ۷۔ سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے حق میں حق امامت سے دستبردار ہو گئے تو سیدنا حسینؑ کے حق میں نفس کس نے کی؟

- ۸۔ کیا وجہ ہے کہ دوازده آئیمہ کے عقیدہ کے قائلین ہر نماز کے بعد ہر امام کے مزار کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے صلوات و سلام بھیجتے ہیں۔ مگر سیدنا حسنؑ کے لئے نہ کوئی سلام مخصوص ہے اور نہ ہی ان کے مدفن کی طرف اشارہ کر کے کچھ پڑھا جاتا ہے۔؟

- ۹۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کو زہر دے کر مارا گیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو آپ نے عالم ماکان و مایکون ہوتے ہوئے زہر آلود شربت کیوں پیا۔ کیا آپ کا یہ عمل خودکشی کے ضمن میں نہیں آتا۔ اور اگر آپ نے خودکشی کی توفیق جعفریہ میں خودکشی کے متعلق کیا حکم ہے؟

- ۱۰۔ کیا سیدنا حسنؑ نے اپنی تمام زندگی میں سادات بنو امیہ کے متعلق کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا؟

تلاک و شریعت کا مصلح



## ضروری اعلان

آج یکم مارچ ۱۹۶۹ء تک میری جو تالیفات طبع ہو چکی ہیں کتاب ہذا کے صفحہ پر ان کی فہرست موجود ہے۔ ان میں سے میں نے تا اب کسی کتاب کی طباعت یا اشاعت کے حقوق کسی فرد یا ادارے کے نام منتقل نہیں کئے۔ اگر کسی فرد یا ادارے نے میری کسی تالیف پر "حبلہ حقوق بحق فلاں محفوظ ہیں" کے الفاظ لکھے ہیں تو وہ سراسر غیر قانونی منظور ہوں گے۔

میری زندگی میں میری تالیفات کا حق اشاعت ہر اُس فرد یا ادارے کو حاصل جو مجھ سے تحریری طور پر اشاعت کی اجازت حاصل کرے گا۔ اور میری موت کے بعد حق خود بخود میری اولاد کو منتقل ہو جائے گا۔ لہذا کوئی فرد یا ادارہ میری کسی تالیف "حبلہ حقوق بحق فلاں یا فلاں محفوظ ہیں" لکھنے کا مجاز نہیں۔ ایسا لکھنے والوں کے متعلق میں قانونی حقوق بحق خود محفوظ رکھتا ہوں۔

میری اس تحریر کا اطلاق میری آئندہ تالیفات پر بھی لاگو منظور ہو۔ تا وقتیکہ میں خود اس اعلان میں کسی قسم کی ترمیم نہ کروں۔

حکیم فیض عالم صدیقی

حکیم عالم صدیقی بقیم فوز

یکم مارچ ۱۹۶۹ء



✱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلِيُّ بْنُ  
إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ  
مَعْنَى

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلِيِّ بْنِ  
إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ  
مَعْنَى

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلِيِّ بْنِ  
إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ  
مَعْنَى